عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۱۹ | ۲۵ محرم تا یکم صفر ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۰ تا ۲۶ / اپریل ۲۰۰۱ء | شمارہ نمبر ۱۸

صبح بہاراں

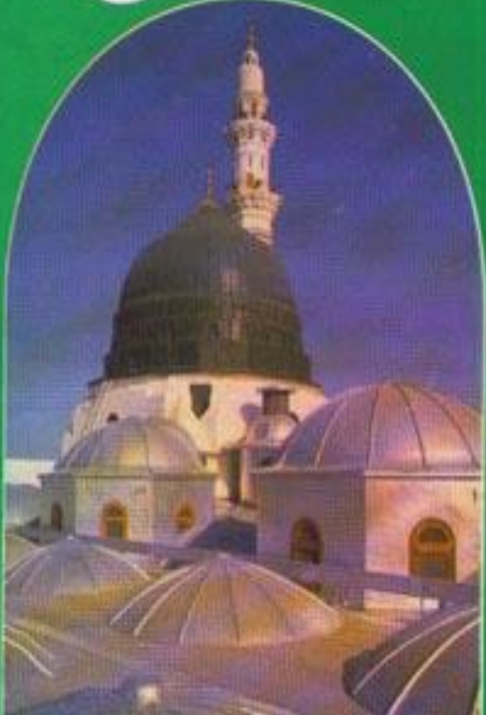

دارالعلوم دیوبند کے ساتھ محبت و عقیدت کا عظیم الشان مظاہرہ

قادیانی جماعت اور معجزات کا تذکرہ

دفاع پاکستان

حضرت مولانا محمد علی جالندھری کا یادگار خطاب

Email:webmaster@khatme-nubuwwat.org http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کس طرح پہچانا جائے گا:

س:...... اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جسم کے ساتھ موجود ہیں تو جب وہ اتریں گے تو لازم ہے کہ ہر شخص ان کو اترتے ہوئے دیکھ لے گا۔ اس طرح تو پھر انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں، اور سب لوگ ان پر ایمان لے آئیں گے۔

ج:...... جی ہاں یہی ہوگا اور قرآن و حدیث نبویؐ میں یہی خبر دی گئی ہے۔ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں ہے:

''اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے، مگر ضرور ایمان لائے گا اس پر اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن وہ ہوگا ان پر گواہ۔'' (النساء)

اور حدیث شریف میں ہے:

''اور میں سب لوگوں سے زیادہ قریب ہوں عیسیٰ بن مریم کے کیونکہ میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ پس جب تم اس کو دیکھو تو اس کو پہچان لینا۔ قد میانہ، رنگ سرخ و سفید، بال سیدھے، بوقت نزول ان کے سر سے گویا قطرے ٹپک رہے ہوں گے، خواہ ان کو تری نہ بھی پہنچی ہو، ہلکے رنگ کی دو زرد چادریں زیب تن ہوں گی۔ پس صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو بند کردیں گے اور تمام مذاہب کو معطل کردیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا تمام امتوں کو ہلاک کردیں گے، اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں مسیح دجال کذاب کو ہلاک کردیں گے۔ زمین میں امن و امان کا دور دورہ ہو جائے گا، یہاں تک کہ اونٹ شیروں کے ساتھ، چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، پس جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا زمین پر رہیں گے پھر ان کی وفات ہوگی، پس مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور انہیں دفن کریں گے۔''

(مسند احمد ص ۴۳۷، ج ۲۔ فتح الباری ص ۴۹۳، ج ۶۔ مطبوعہ لاہور، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص ۱۶۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن کیا ہوگا؟

س: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کا مقصد کیا ہے اور ان کا مشن کیا ہوگا؟ جبکہ دین اسلام اللہ تعالیٰ کا مکمل اور پسندیدہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی آمد عیسائیوں کی اصلاح کے لئے ہو سکتی ہے۔

اگر اسلام کے لئے تسلیم کرلیا جائے تو ہمارے آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں کمی ہوگی۔ برائے نوازش اخبار کے ذریعہ میرے سوال کا جواب دے کر ایسے لوگوں کو مطمئن کیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن کیا ہوگا؟

ج: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا مشن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پوری تفصیل و وضاحت سے ارشاد فرمادیا ہے۔ اس سلسلے میں متعدد احادیث میں پہلے نقل کرچکا ہوں۔ یہاں صرف ایک حدیث پاک کا حوالہ دینا کافی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

انبیاء علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں الگ ہیں مگر ان کا دین ایک ہے اور میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے سب سے زیادہ تعلق رکھنے والا ہوں، کیونکہ ان کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا اور وہ نازل ہونے والے ہیں۔ پس جب ان کو دیکھو تو پہچان لو۔

قامت میانہ، رنگ سرخ و سفیدی ملا ہوا، ہلکے زرد رنگ کی دو چادریں زیب تن کئے نازل ہوں گے، سر مبارک سے گویا قطرے ٹپک رہے ہیں۔ گو اس کو تری نہ پہنچی ہو۔ پس وہ نازل ہوکر صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ موقوف کردیں گے اور تمام لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا کے تمام ملتوں کو ہلاک کردیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں مسیح دجال کو ہلاک کردیں گے۔ روئے زمین پر امن و امان کا دور دورہ ہوجائے گا، شیر اونٹوں کے ساتھ چیتے گائے بیلوں کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرتے پھریں گے، بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور وہ ان کو نقصان نہ دیں گے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زمین میں چالیس برس ٹھہریں گے، پھر ان کی وفات ہوگی، مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں اور ان کو دفن کریں گے۔''

(مسند احمد ص ۴۰۶، ج ۲۔ فتح الباری ص ۳۵۷، ج ۶)

اس ارشاد پاک سے ظاہر ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصل مشن یہود و نصاریٰ کی اصلاح اور یہودیت و نصرانیت کے آثار سے روئے زمین کو پاک کرنا ہے، مگر چونکہ یہ زمانہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و بعثت کا ہے اس لئے وہ امت محمدیہ کے ایک فرد بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور خلیفہ کی حیثیت میں تشریف لائیں گے۔

چنانچہ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

''سن رکھو کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے اور میرے درمیان کوئی نبی اور رسول نہیں ہوا، سن رکھو کہ وہ میرے بعد میری امت میں میرے خلیفہ ہیں، سن رکھو کہ وہ دجال کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے۔ جزیہ بند کردیں گے، لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے گی۔ سن رکھو جو شخص تم سے ان کو پائے ان سے میرا سلام کہے۔''

(مجمع الزوائد ص ۲۰۵، ج ۸۔ در منثور ص ۲۴۳، ج ۲)

اس لئے اسلام کی جو خدمت بھی وہ انجام دیں گے اور ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم کی حیثیت سے امت محمدیہ میں آکر شامل ہونا، ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کمی کا باعث نہیں بلکہ آپ کی سیادت و قیادت اور شرف و منزلت کا شاہکار ہے۔ اس وقت دنیا دیکھ لے گی کہ واقعی تمام انبیاء گزشتہ (علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہیں، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کی قسم موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اطاعت کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔''

(مشکوٰۃ ص ۳۰)

http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

ہفت روزہ ختمِ نبوت

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
نائب مدیر اعلیٰ: مولانا مفتی محمد جمیل خان
مدیر: مولانا اللہ وسایا

سرپرست اعلیٰ: حضرت مولانا خواجہ خان محمد
سرپرست: حضرت سید نفیس الحسینی

۲۵ محرم تا یکم صفر ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۰ تا ۲۶/اپریل ۲۰۰۱ء

جلد: ۱۹ شمارہ: ۴۸

بیادگار

☆ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
☆ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
☆ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
☆ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
☆ محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
☆ فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
☆ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
☆ امام اہلسنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
☆ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
☆ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت:

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالرحیم اشعر
مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا سعید احمد جلالپوری، علامہ احمد میاں حمادی
مولانا منظور احمد الحسینی، صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اشرف کھوکھر

☆..........☆..........☆

سرکولیشن منیجر: محمد انور، ناظم مالیات: جمال عبدالناصر
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائیٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، کمپیوٹر کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

زرتعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ ۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات
مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک ۶۰ امریکی ڈالر

زرتعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۶ روپے سالانہ: ۲۵۰ روپے
ششماہی: ۱۲۵ روپے

چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
نیشنل بینک پرانی نمائش برانچ اکاؤنٹ نمبر ۲۹۸۹
کراچی پاکستان ارسال کریں

اس شمارے میں

دارالعلوم دیوبند کے ساتھ محبت و عقیدت کا عظیم الشان مظاہرہ .... (اداریہ) 4
صبح بہاراں .... (علی اصغر چودھری) 6
دفاع پاکستان .... (حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ) 8
توضیح و تخریج، اسماء الحسنیٰ .... (مولانا محمد اشرف کھوکھر) 14
قادیانی جماعت اور معجزات کا تذکرہ .... (پروفیسر منور احمد ملک) 16
کذاب یمامہ سے کذاب قادیان تک .... (نثار احمد خان فتحی) 18
جناب سید مسلم صاحب کا سفر آخرت .... (صاحبزادہ عزیز الرحمٰن رحمانی) 21
توہین رسالت کیا ہے؟ .... (ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک) 23
اخبار ختم نبوت 25

لندن آفس:
35 Stockwell Green,
London. SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر:
حضوری باغ روڈ ملتان
فون ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر:
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی فون ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M. A. Jinnah Road, Ph: 7780337 Fax: 7780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالعلوم دیو بند کے ساتھ محبت وعقیدت کا عظیم الشان مظاہرہ

بیس لاکھ سے زائد افراد کی طرف سے مسلک دیو بند کی سربلندی کا عہد

جمعیت علمائے اسلام صوبہ سرحد کے زیر اہتمام ۱۴، ۱۵ اور ۱۶ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ کو پشاور کے تاریخی شہر سے چند کلومیٹر دور تارو جبہ کے مقام پر ڈیڑھ سو سالہ خدمات دارالعلوم دیو بند کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا گیا تھا، جس کے انتظامات کے حوالہ سے گزشتہ اداریہ کے ذریعہ آپ کو تفصیل سے آگاہ کیا جاچکا ہے۔ اس کانفرنس میں طے شدہ پروگرام کے مطابق دارالعلوم دیو بند کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب، جمعیت علمائے ہند کے امیر حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب، استاد حدیث حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری صاحب کے علاوہ بائیس سے زائد اساتذۂ کرام تشریف لائے۔ دارالعلوم دیو بند کے ان اکابر کی آمد ہی پاکستان کے لئے بہت بڑے اعزاز و اکرام کی بات تھی۔ دارالعلوم دیو بند کی نسبت کی وجہ سے جمعیت علمائے اسلام کی یہ کانفرنس مسلک حقہ سے متعلقہ افراد و علمائے کرام کے لئے بہت اہمیت کی حامل تھی اس لئے تمام علمائے کرام نے اس میں بھرپور حصہ لیا۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے تمام کارکنوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے لئے خوب محنت کریں، خود بھی پنڈال میں تشریف لائے اور انتظامات کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر حضرت مولانا سلیم اللہ خان، ناظم اعلیٰ حضرت مولانا حنیف جالندھری، جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے امیر حضرت مولانا عبداللہ، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر اور دیگر مدارس کے منتظمین نے چھٹی کا اعلان کیا۔

۹/ اپریل کو اس کے ثمرات بھی دنیا نے دیکھے، ہر طرف ایک جم غفیر تھا، لوگوں کو دارالعلوم دیو بند کے نام کی نسبت والے پنڈال کی طرف بے تابانہ نعرہ لگاتے ہوئے آتا دیکھ کر مجھے وہ منظر یاد آ گیا کہ جبکہ صد سالہ جشن دارالعلوم دیو بند کانفرنس میں بھی اس طرح لوگ جوق در جوق رواں دواں تھے۔ بہر حال صبح دس بجے جب میں پنڈال کے معائنہ کے لئے پہنچا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ منیٰ آ گیا ہوں، اسی طرح فرزندان اسلام کی ریل پیل نظر آتی تھی۔ لوگوں کے ولولہ اور محبت وعقیدت سے بھرپور خوشی سے بھرے چہروں کو دیکھ کر اکابر علمائے دیو بند کے اخلاص وللّٰہیت پر یقین کامل ہو گیا، اور اپنے اکابر علمائے کرام کی برکات کا مشاہدہ ہوا اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات دل میں اتر گئی کہ: ''ہمارے اکابر کا فیض وفات کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔''

دوپہر تک جمعیت علمائے اسلام کا قائم کردہ چھ کلومیٹر پر پھیلا ہوا پنڈال اپنی تنگ دامنی پر نوحہ کناں تھا۔ لوگوں کو جگہ نہیں مل رہی تھی، مجبوراً لوگ دھوپ میں بیٹھنا شروع ہو گئے۔ غیر رسمی اجلاس دس بجے شروع ہوا جبکہ دارالعلوم دیو بند کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن کی دعا سے باضابطہ طور پر اجلاس کا آغاز ہوا، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے افتتاحی تقریر کی جس میں دارالعلوم دیو بند کی خدمات کے تذکرہ کے ساتھ مغرب کو اسلام کے دامن رحمت میں آنے کی دعوت دی اور ان کو متنبہ کیا کہ وہ اسلام دشمنی سے باز آ جائیں، افغانستان، مقبوضہ کشمیر، چیچنیا، کوسوو، بوسنیا، برما، صومالیہ اور دیگر علاقوں میں مسلم کشی بند کردیں، ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو کر چھلکنے لگے اور وہ جہاد کے لئے میدان میں اتر پڑیں، جس کی تمام تر ذمہ داری امریکی حکومت پر ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کی سربلندی کے لئے علمائے دیو بند کام کرتے رہیں گے۔ اس نشست کی خاص تقریر دارالعلوم دیو بند کے نائب مہتمم اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت انڈیا کے امیر حضرت مولانا محمد عثمان صاحب کی تھی۔ جس میں خوبصورت اور دلکش انداز میں انہوں نے دارالعلوم دیو بند کی خدمات کا تذکرہ کیا اور پھر جس دردمندانہ انداز میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور مرزا غلام احمد قادیانی کی تردید مدلل انداز میں کی اس نے پورے مجمع کو لوٹ لیا۔ واقعی حضرت مولانا عثمان کی تقریر کو شاہکار تقریر کہا جاسکتا ہے۔ اسی نشست سے حضرت مولانا سمیع الحق سمیت بڑے بڑے علمائے کرام نے خطاب کیا۔ حضرت مولانا سمیع الحق کی آخری تقریر تھی جو اپنے موضوع اور موجودہ حالات اور علمائے دیو بند کے اتحاد کے سلسلے میں ایک بہترین تقریر تھی اور ہر فرد کے دل کی آواز تھی، دوسرے دن صبح کی نشست سے علمائے کرام نے خطاب کیا جبکہ ظہر کے بعد کی نشست میں دارالعلوم دیو بند کے استاد حدیث حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری کی تقریر مسلک حقہ کی بہترین ترجمان تھی۔ اس تقریر کے دوران ایک ایسا زور کا طوفان آیا جس کا رخ دیکھ کر ہر شخص کانپ گیا۔ حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری نے فرمایا: ''فکر نہ کرو، رضا کاروں نے بانس سنبھال لئے ہیں، تم لوگ غور سے اللہ تعالیٰ کی باتیں سنو۔'' مسلک حقہ اور مسلک اعتدال کی جو تشریح حضرت

مولانا سعید احمد پالن پوری صاحب نے کی اس وقت پاکستان میں اس کے رائج کرنے کی سخت ضرورت ہے اور اس طرز سے ہی پاکستان میں لوگوں کے دلوں میں دین سے محبت کے جذبات پیدا کئے جاسکتے ہیں اور نفرت، تعصب اور فرقہ واریت کی آگ کو بجھایا جاسکتا ہے۔ طوفان نے شدت اختیار کی۔ اطراف کے تمام شامیانے گر گئے، سائبان اڑنے لگے، مگر اللہ کے شیروں، انصار الاسلام کے جانبازوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے آیت کریمہ کی برکت اور اللہ اکبر کے نام کی عظمت نے پورے پنڈال کو امن سے رکھا۔ نشست برخاست ہوئی تو ہر شخص متفکر اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہوا نظر آرہا تھا۔ حضرات اکابر کی توجہات، لاکھوں حفاظ کرام کی طرف سے یٰسین شریف کے دور اور دعاؤں کی وجہ سے ایک گھنٹہ تک طوفانی ہواؤں نے اپنی شدت دکھائی لیکن اس کے بعد اس بارش کا رخ بدلا۔ لوگ اللہ تعالیٰ کے شکر میں مصروف ہوگئے۔ انصار الاسلام کے رضا کاروں نے فوری طور پر شامیانوں کی تنصیب شروع کی۔ بجلی کا نظام معطل کیا گیا اور مغرب کی اذان جب اسپیکر سے بلند ہوئی تو لاکھوں افراد اور علماءٔ کرام پھر دیوبند کے اکابر کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے تیار ہوچکے تھے۔ رات بارہ بجے تک دارالعلوم دیوبند کے نوجوان اساتذہ کرام نے جس خوبصورت انداز میں مدعوئین کو خراج عقیدت پیش کیا، اس سے ان کی محبت و عقیدت جھلکتی ہوئی نظر آتی تھی۔

۱۱/اپریل کو آخری نشست ایک عجیب روحانی منظر کے ساتھ شروع ہوئی۔ دعا میں شرکت کے لئے مزید قافلے پنڈال کی طرف رواں دواں تھے۔ حضرت مولانا فقیر محمد نور اللہ مرقدہ اور سابق سینیٹر حاجی عبدالرحمٰن صاحب کا گھر علماءٔ دیوبند اور اکابر علماءٔ کرام کی روحانی روشنی سے بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ ہر کمرے سے ایک عجیب روحانی کیفیت پھوٹی پڑ رہی تھی۔ مسلک حقہ کے تمام افراد دمکتے چہروں سے ایک دوسرے سے محبت کرتے نظر آرہے تھے۔ نفرتیں، کدورتیں، محبت اور عقیدت میں بدل گئی تھیں، نہ کوئی مماتی جماعتوں کا اختلاف تھا، نہ ف-س اور نہ ہی کوئی خانقاہی اور جماعتی تعصب نظر آرہا تھا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے اکابرین کی میزبانی کا شرف خانوادہ تھانوی کے ایک خلیفہ اجل مولانا فقیر محمد صاحبؒ کے فرزند حاجی عبدالرحمٰن کے حصہ میں آیا تھا اور حاجی عبدالرحمٰن، حضرت مولانا حسن جان، محمد اسحاق اور ان کے داماد محمد نعمان سمیت دارالعلوم دیوبند کے تمام اساتذہ کرام اور جملہ رفقاءٔ کے لئے سراپا خادم بنے ہوئے خدمت میں لگے ہوئے تھے۔ مولانا فضل الرحمٰن بھی خادمانہ انداز میں بزرگوں کے ساتھ سپاس تشکر بنے ہوئے تھے۔ صاحبزادگی، سیدی، تکبر و نخوت ان اکابر کی تواضع کے سامنے پامال ہوچکی تھیں۔ نشست شروع ہوئی تو دارالعلوم دیوبند کے اکابر و اساتذہ دور ہی سے ممتاز حیثیت کے حامل نظر آرہے تھے۔ پاکستان بھر کے تمام علماءٔ کرام ایک گلدستہ کی شکل میں لوگوں کو محبت پاکستان کی تعلیم دے رہے تھے۔ لاکھوں کا مجمع ان اکابر علماءٔ کرام کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب تھا، تقاریر جاری تھیں کہ اچانک اعلان ہوتا ہے کہ: ''دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم حضرت مولانا محمد عثمان، مولانا فضل الرحمٰن کے سلسلے میں اہم اعلان کریں گے۔'' وہ مائک پر تشریف لائے اور اعلان فرمایا کہ: ''دارالعلوم دیوبند کی خدمات کے سلسلے میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور ان کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن پر دارالعلوم دیوبند اعتماد کا اظہار کرتا ہے اور اس اعتراف کے طور پر ان کی دستار بندی کی جاتی ہے۔'' یہ سن کر پورا مجمع اس عظیم اعزاز پر کھڑے ہوکر مولانا فضل الرحمٰن کو خراج تحسین پیش کرنے لگا۔ حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب اور حضرت مولانا اسعد مدنی نے دستار بندی کی۔ مولانا فضل الرحمٰن، مولانا گل نصیب آبدیدہ ہوکر رب کائنات کے دربار میں تشکر کا اظہار کرنے لگے۔ بعد ازاں مولانا گل نصیب، مولانا عطاء الرحمٰن، مولانا عبدالغفور حیدری کی دستار بندی کی گئی۔ مولانا فضل الرحمٰن نے کانفرنس کا اعلامیہ جاری کرنے سے قبل ایک عظیم خطاب کیا جو ایک شاہکار خطاب کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ اس خطاب میں مولانا فضل الرحمٰن نے امت کفریہ کو اسلام کے دامن رحمت میں آنے کی دعوت دی اور بصورت دیگر خیر سگالی کی تلقین کرتے ہوئے جارحیت کے جواب میں جنگ اور جہاد کا اعلان کیا۔ پاکستان کی سیاسی، مذہبی جماعتوں کو اتحاد پر اور نفاذ شریعت کے لئے مشترکہ جدوجہد کی دعوت دی اور حکمرانوں کو للکارا کہ وہ بے دینی سے باز آجائیں۔ اسلام کی سربلندی، افغانستان کی امارت اسلامی کے استحکام کے لئے مکمل تعاون، کشمیر، فلسطین، چیچنیا کی آزادی کے لئے بھرپور کردار ادا کرنے کے عزم کے ساتھ اس کانفرنس کے اختتام کے لئے حضرت مولانا محمد عثمان صاحب سے دعا کے لئے درخواست کی گئی۔ آپ نے جب دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور رقت آمیز الفاظ کے ساتھ دعا شروع کی تو بیس لاکھ سے زائد کے مجمع کی آہ و بکا نے زنگ آلود دلوں کو دھو دیا۔ رجوع الی اللہ کے منظر نے اکابر کی یاد تازہ کردی، گناہ دھل گئے، رحمت خداوندی متوجہ ہوئی، نصف گھنٹہ سے زائد پر محیط یہ دعا کانفرنس کا ماحاصل قرار دی جاسکتی ہے۔ اس دعا کے بعد جب لوگ منتشر ہوئے تو ان کو یقین کامل تھا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا، واقعی یہ کانفرنس مسلک دیوبند کی فتح کی نشانی اور مستقبل میں راہنمائی کے لئے ایک سنگ میل کی حیثیت سے تاریخ میں سنہری حرفوں سے ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔

صُبحِ بہاراں

تحریر: علی اصغر چوہدری

"یہ عام الفیل ہے۔ ابرہہ کی تباہی کے صرف پچاس دن گزرے ہیں۔ لوگ ابھی تک اس عظیم تباہی کی داستانیں سنایا کرتے ہیں۔ موسم بہار اپنے جوبن پر ہے۔ جنگل میں جڑی بوٹیاں سرسبز ہیں۔ طرح طرح کے پھول دعوت نظارہ دے رہے ہیں۔ کہیں کہیں روئیدگی بھی نظر آنے لگی ہے۔ ہواؤں میں مستی کی سی کیفیت ہے۔ وادی مکہ پر بہار ہے

آج دو شنبہ ہے۔ ربیع الاول کی نو تاریخ! چاشت کا وقت ہے۔ مکہ کا بوڑھا سردار کعبۃ اللہ کے طواف میں محو ہے۔ اس پر وارفتگی کی سی کیفیت طاری ہے۔ اس عالم میں اس کی نگاہیں اچانک حرم کعبہ کے دروازہ کی طرف اٹھتی ہیں۔ ان کے مرحوم بیٹے سردار عبداللہ کی کنیز برکہ دیوانہ وار بھاگتی چلی آرہی ہے۔ وہ زیر لب گنگناتے ہیں "خدایا خیر ہو۔"

برکہ بالکل قریب آجاتی ہے۔ اس کا سانس پھولا ہوا ہے۔ چہرہ گلنار ہو رہا ہے۔ وہ سردار مکہ کو کچھ پوچھنے کا موقعہ دیئے بغیر بے اختیار پکار اٹھتی ہے:

"سردار مبارک ہو، مالکن حضور کے ہاں چاند سا بیٹا پیدا ہوا ہے۔ ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ بہت ہی خوبصورت"

وہ ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ جاتی ہے۔ خوشی کے مارے اس کے پاؤں زمین پر نکتے ہی نہیں۔ وہ کچھ سنے بغیر کے جا رہی ہے۔

"سردار مالکن حضور نے آپ کو بلایا ہے، جلدی چلئے میں جا رہی ہوں"

آہا بچہ کتنا پیارا ہے۔

چاند سا چہرہ، سرمگیں آنکھیں، نہایت صاف ستھرا بدن۔

سردار اس سے عجیب بھینی بھینی خوشبو کی لپٹیں آرہی ہیں۔

مالکن حضور کا سارا گھر مہک اٹھا ہے۔

اتنا کہہ کر وہ بھاگتی ہوئی واپس چلی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس میں بجلیاں سی کوندرہی ہیں۔

بوڑھے سردار کے لئے دفور مسرت سے سانس لینا دوبھر ہو گیا ہے۔ آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے ہیں۔ وہ بے اختیار آگے بڑھ کر کعبہ کا غلاف تھام لیتے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں:

"یا اللہ! تیرا شکر کس زبان سے ادا کروں، تو نے مرحوم عبداللہ کے گھر میں چراغ روشن کیا ہے۔ آمنہ کو بیٹے سے نوازا ہے، مجھے بڑھاپے میں سہارا دیا ہے۔

یا اللہ! تو اس کی حفاظت فرما۔"

وہ تھوڑی دیر تک زیر لب دعا کرتے رہتے ہیں۔ پھر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے سیدھا آمنہ کے گھر کی طرف چل دیتے ہیں۔

آج مکہ معمول سے زیادہ حسین اور بیت اللہ بے حد پر جلال دکھائی دیتا ہے۔ ہواؤں میں کیف و مستی کی لہریں ہیں، فضا خمار آلود ہے، آسمان جاذب نظر اور ماحول پرکشش ہے اور

جناب عبدالمطلب کا وجدان بیدار ہے۔ وہ حرم کعبہ کی سرگوشیاں سنتے ہیں جو کہہ رہا ہے:

"آج وہ پیدا ہوا ہے جس کے انتظار میں کائنات صدیوں بے تاب رہی ہے، جس کی جھلک دیکھنے کو ستارے مضطرب، ماہتاب بے قرار اور آفتاب سدا گردش میں رہا ہے، جس کے پاؤں چومنے کے لئے زمین کا ذرہ ذرہ چشم براہ ہے۔

اولاد آدم لاکھوں سال سے جس کی منتظر رہی ہے، نفوس قدسی جس کی شہادت دیتے چلے آئے ہیں، وہ غریبوں کا ملجا، یتیموں کا ماوا ہے، انسانی شرف کو اس سے جلا ملے گی، انسانیت کا احیاء ہوگا، مظلوم اس کے سائے میں پناہ لیں گے، سرکشوں کی گردنیں جھک جائیں گی، جہالت کی تاریکی دور ہوگی، جس کے نور سے ارض و سما کا گوشہ گوشہ منور ہوگا، جس کی روشنی میں بھٹکے ہوئے راہ پائیں گے۔

سردار مکہ آپ کو مبارک ہو رحمۃ للعالمین کا نور آپ کے گھر میں ضوفشاں ہوا ہے۔"

سردار عبدالمطلب سیدہ آمنہ کے گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ ایسی بھینی بھینی خوشبو ان کا استقبال کرتی ہے جس سے وہ آج تک نا آشنا تھے۔ وہ اس کمرے سے باہر ہی رک جاتے ہیں، جس میں سیدہ آمنہ پلنگ پر دراز ہیں۔ انہیں بوڑھے سردار کے آنے کی اطلاع ملتی ہے تو بر کہ کے ذریعہ مبارکباد کا پیغام بھیجتی ہیں اور ساتھ ہی اندر آنے کے لئے کہتی ہیں۔ جناب عبدالمطلب کمرے کے اندر قدم رکھتے ہیں۔ ان کو بہو ایسے موقع پر بھی صحت مند نظر آتی ہیں۔ وہ آگے بڑھ کر نو مولود کو گود میں اٹھا لیتے ہیں۔

"خالق کو بھی پیارا ہو اور مخلوق کو بھی۔"

نہایت خوبصورت چہرہ، سرمگیں آنکھیں، چمکتی ہوئی پیشانی اور معطر بدن دیکھ کر خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں۔ فرط محبت سے بچے کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہیں۔ پھر سینے سے لگائے ہوئے بیت اللہ میں آجاتے ہیں اور وہاں تھوڑی دیر تک دعا مانگنے کے بعد واپس چلے جاتے ہیں۔

ہاشم کے گھرانے میں عبداللہ کے یتیم بیٹے کی ولادت پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

ابولہب کی لونڈی ثوبیہ یہ خبر سنتے ہی اپنے آقا کے پاس بھاگتی ہوئی جاتی ہیں اور اسے بھتیجے کی خوشخبری دیتی ہیں۔ متمول چچا فرط مسرت سے کہتا ہے ثوبیہ تم نے مجھے بھتیجے کی خوشخبری دی ہے، میں تمہیں آزادی کا پروانہ دیتا ہوں۔ جاؤ تم آج سے آزاد ہو۔"

ثوبیہ پر شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اسے شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے، اس لئے صم بکم کھڑی آقا کا منہ تک رہی ہے۔ ابولہب اس کی یہ حالت دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اس کی یہ حالت بدل جاتی ہے تو آقا سے پوچھتی ہے:

"آقا! کیا آپ نے واقعی مجھے آزاد کر دیا ہے۔"

ابولہب: "ہاں اپنے بھتیجے کے صدقے، میں نے تجھے آزاد کر دیا ہے۔"

ثوبیہ: "میں آپ کا شکریہ کس طرح ادا کروں؟"

ابولہب: "جب تک آمنہ اپنے بیٹے کے لئے دائی کا بندوبست نہ کر سکے تم اس کو دودھ پلاؤ۔"

ثوبیہ: "میں نے دو سال قبل آپ کے حکم سے آپ کے ننھے بھائی حمزہ کو دودھ پلایا تھا۔ اب آپ کے بھتیجے کو بھی خوشی سے پلاؤں گی۔"

ابولہب: "میں تمہیں اس کی مزدوری بھی دوں گا۔"

ثوبیہ: "خدا آپ کا بھلا کرے، آپ نے مجھے نئی زندگی بخش دی ہے۔"

سیدہ آمنہ تین روز تک اپنے لال کو دودھ پلانے کے بعد اسے ثوبیہ کے سپرد کر دیتی ہیں۔

سردار عبدالمطلب کو ہر طرف سے مبارکباد کے بے شمار پیغام ملتے ہیں۔ وہ سات دن کے بعد قربانی کرتے ہیں اور قریش کو دعوت دیتے ہیں، مہمانوں کی خاطر تواضع پر تکلف کھانوں سے کی جاتی ہے۔ خوشی کی مروجہ رسوم کے ساتھ جشن ولادت نہایت دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ جب لوگ دعوت سے فارغ ہوتے ہیں تو ایک آدمی پوچھتا ہے:

"سردار! آپ نے اپنے پوتے کا نام کیا رکھا ہے؟

عبدالمطلب: "محمد" (ﷺ)

لوگ یہ سن کر متعجب ہوتے ہیں۔

"بہت عجیب و غریب نام ہے" ایک آدمی کہتا ہے:

"ہاں بہت ہی عجیب و غریب" دوسرا بول اٹھتا ہے۔

اتنے میں کوئی پوچھتا ہے: "سردار! آپ نے مروجہ خاندانی ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں پسند کیا ہے؟"

عبدالمطلب: "میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی تعریف کا مرکز ہو۔ آسمان پر بھی اس کی تعریف ہو اور زمین پر بھی۔"

خطاب: مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

دفاع پاکستان

الحمدللہ وکفی وسلام علی سیدالرسل وخاتم الانبیاء۔ امابعد!

حضرات میں چند باتیں گن گن کر عرض کروں گا اور بہت تھوڑے وقت میں اپنی بات ختم کردوں گا۔

دائمی اتحاد کی ضرورت:

ا:..... یہ جلسہ ہمارے شہر کی تمام سیاسی، دینی، سماجی جماعتوں کا ایک مشترکہ جلسہ ہے، اور اس کا نام ہے قومی دفاعی کونسل (جو ملتان کی تمام جماعتوں نے حال ہی میں کمیٹی بنائی ہے) اس لئے تمام جماعتوں کے نمائندوں نے اس اجلاس میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

میں آپ سے اور سب نمائندوں اور دفاعی کونسل کے صدر محترم سے عرض کروں گا کہ ایک ضرورت کے لئے ہم سب جمع ہوئے ہیں۔ کچھ ضرورتیں ایسی ہیں جو وقت کے لئے ہیں، وہ انشاء اللہ پوری ہوجائیں گی اور پھر شاید ان ضرورتوں کی ضرورت نہ رہے، کچھ ضرورتیں ہماری ایسی ہوں گی (ان حالات میں ہم کامیاب ہوجائیں اور اللہ ہمیں فتح دے دے) جو یقیناً باقی رہیں گی تو اس کے بعد پھر بھی ہمیں ٹوٹنا نہ چاہئے، ہم آپس میں جڑے رہیں۔

اگر ہماری ساری جماعتیں اسی طرح مشترکہ مقاصد کے لئے جڑی رہیں تو شاید آگے چل کر ملک ومذہب اور ملت کی اچھی خدمت کرسکیں۔

مشترکہ مقاصد کے لئے اشتراک عمل ضروری ہے:

۲:..... یہاں مجھ سے پہلے ایک نوجوان آئے، انہوں نے ایک بات ایسی کہی جو میرے دل کی تھی کہ: ''ہم نے پچھلے اٹھارہ سال میں ملک کو سپاہیانہ زندگی کے لئے تیار نہیں کیا۔'' یہ ہماری کوتاہی تھی، ہمیشہ دنیا کی اچھی قومیں وہ ہوتی ہیں جو اپنے ماضی کا مطالعہ کرتی ہیں اور ماضی کی زندگی کو سامنے رکھ کر مستقبل کو سنوارا کرتی ہیں، جو خوبیاں ہوتی ہیں ان کو اپنایا کرتی ہیں اور جو خامیاں ہوتی ہیں ان کو پورا کرتی ہیں، یعنی نیکیوں میں ترقی کرتی ہیں اور برائیوں سے توبہ کرتی ہیں، ان کا مداوا کرتی ہیں۔

اگرچہ کتنی ہماری کوتاہیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں جوڑ دیا ہے اور وقت کی ضرورت نے جوڑ دیا ہے، ہم آئندہ کے لئے جب تک زندہ رہیں اکٹھے رہیں اور ہمارے بعد ہمارے جانشین بھی اکٹھے رہیں تاکہ ہم ملک میں جو دینی سماجی ضرورتیں ہیں (جن میں ہمیں اختلاف نہیں ہوگا) ان کو پورا کرنے اور انہیں دوام بخشنے کے لئے کوئی خدمت کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں متحد رکھیں، ہم سب کو اسی کی طرف توجہ کرنی چاہئے (آمین)۔

اگر زندہ رہا تو میں خود بھی کوشش کروں گا کہ جب ہم ان حالات سے گزر جائیں تو اس کے بعد بھی ہم ملیں اور مل کر کوئی لائحہ عمل بناکر مشترکہ کاموں میں ملک وملت کی خدمت کریں۔ جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا ایک اہم کام ہے، اس کے لئے اکٹھے ہوکر ہمیں کام کرنا چاہئے۔

دفاعی کونسل کی اہمیت:

آپ ملت کی جو خدمت کریں وہ آپ ''دفاعی کونسل'' کی وساطت سے کریں۔ اس لئے کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جدا جدا کام کرنے سے ایک قسم کی ضرورت کی چیزیں زیادہ اکٹھی ہوجاتی ہیں، اور دوسری قسم کی جو چیزیں ہیں ان میں کمی آجاتی ہے۔ اگر آپ اس قومی دفاعی کونسل کے ذریعہ سے خدمت کریں گے تو جس جس چیز کی ضرورت ہوگی دریافت ہوجایا کرے گی۔ اس سے زیادہ سے زیادہ محنت اور خدمت ہوسکے گی۔

مسئلہ کشمیر:

۳:..... تیسری چیز یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سارا جو یہ ہنگامہ ہوا، دراصل کشمیر کی وجہ سے ہوا، اگر کشمیر کا قصہ نہ ہوتا تو کوئی جھگڑا نہ ہوتا، کشمیر کے متعلق ایک پاکستان کا موقف ہے اور ایک بھارت کا موقف ہے، پاکستان کے عوام پاکستان کے لیڈر اور حکومت یہ کہتے ہیں کہ: کشمیر کے رہنے والوں کو خود اختیار ہونا چاہئے، وہ اپنا فیصلہ آپ کریں۔ ہماری حکومت اور ہم یہ نہیں کہتے کہ: کشمیر کا فیصلہ ہماری مرضی سے ہو، ہمارا نظریہ اور ہمارا موقف یہ ہے کہ کشمیر کے رہنے والوں کو اختیار دیا جائے کہ وہ اپنے متعلق خود سوچیں اور جو چاہیں کرلیں۔

اگر بھارت کی حکومت یہ کہتی ہے کہ وہ ہمارا حصہ ہے، تو کبھی کبھی دنیا میں چور بھی کہا کرتے ہیں کہ ہمارا حصہ ہے؟ ہم اس میں فی الحال بحث نہیں کرتے کہ وہ ہمارا حصہ ہے یا تمہارا حصہ ہے۔ تم نے اٹھارہ سال سے وہاں قبضہ کررکھا ہے، تم نے وہاں بڑی نیکی کی ہوگی، ان کو بڑا راضی کیا ہوگا، ان پر بڑے احسان کئے ہوں گے اور اب وہ تمہارے گن گاتے ہوں گے، آئیے! تم کم از کم ہمیں شرمندہ ہی کردو، رائے شماری کرکے، جاننا تو انہوں نے تمہارے ساتھ ہی ہے۔

اگر تم نے ان کی خدمت کی ہے، انہیں راضی رکھا ہے اور انہیں احسانات سے نوازا ہے تو وہ تمہارے حق میں رائے دیں گے، ذرا رائے شماری تو کرالو۔ اب تم جو رائے شماری نہیں کراتے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے، تمہیں بھی اعتبار نہیں کہ کشمیری تمہارے حق میں جائیں گے، بلکہ تمہیں یقین ہے کہ انہوں نے تمہارے خلاف رائے استعمال کرنی ہے۔

دیکھئے کتنی بے انصافی ہے کہ ہندوستان کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ رہیں اور ووٹ کا حق انہیں نہیں دیتے اور ہم کہتے ہیں کہ کشمیریوں کو حق دو، وہ جس کے ساتھ چاہیں رہیں۔ تم وہاں سے نکل جاؤ، نہ تم کشمیر میں رہو، نہ ہم رہتے ہیں، وہ اپنا فیصلہ آپ کرلیں جس کے ساتھ چاہیں رہیں۔

ریاستی عوام کا حق رائے دہی:

۴:...... ہندوستان میں حکومت کانگریس کی ہے اور کانگریسی لیڈر اچھے بھلے جو بھی تھے، ان کا دعویٰ یہ تھا کہ کسی قوم پر کسی جابر کا تسلط نہیں ہونا چاہئے، بلکہ لوگوں کو چاہئے کہ وہ خود فیصلہ کریں۔ جنگ آزادی کا بالکل یہی مطلب تھا اور شاید کسی کو یاد ہو کہ جب ملک کی تقسیم پر کانگریس اور مسلم لیگ کی آپس میں گفتگوئیں ہوا کرتی تھیں اس وقت کے اخبارات میں یہ بات چھپ گئی تھی کہ اگر ملک تقسیم ہوا یا جب تقسیم ہوگیا تو ریاستوں کا کیا بنے گا؟ کانگریس نے اس وقت یہ کہا تھا کہ ریاستوں کے فیصلہ کا حق راجوں اور نوابوں کو نہیں ہوگا بلکہ عوام کو ہوگا۔

اس وقت جواہر لال نے یہ کہا تھا کہ: ''ریاستوں کے عوام کو بھی اتنا ہی حق حاصل ہے جتنا غیر ریاستی عوام کو حق حاصل ہے۔'' یعنی جو اسٹیٹس براہ راست حکومت برطانیہ کے ماتحت تھیں، جب ان کے عوام کو اپنی آزادی مانگنے اور آزاد رہنے اور آزادی کا سانس لینے کا حق ہے تو ریاستی عوام کا کیا جرم ہے کہ انہیں یہ حق نہ دیا جائے۔

اگر تم نے یہ بات ایمانداری سے کہی تھی تو ریاستی عوام کا حق مان لینا چاہئے۔ اگر میرے لئے نہیں، پاکستان کے لئے نہیں ماننا چاہئے، حق و انصاف کے لئے نہیں ماننا چاہئے؟ ایمان کے لئے نہیں ماننا چاہئے؟ خدا کا نام تو اس لئے میں نے نہیں لیا کہ تم خدا کو تو چھوڑ چکے ہو، دنیا کو دکھلانے کے لئے تم نے یہ کہا تھا کہ: ''ریاستوں کے فیصلے عوام کریں گے'' لیکن تم اپنی اس بات سے مکر گئے۔ اگر تم اس بات میں ایماندار تھے تو تمہیں اس بات پر پختہ رہنا چاہئے تھا جو تمہارے لیڈروں نے کہی تھی۔

تم دھوکہ دیا کرتے تھے اور میرے جیسے لوگوں نے تم پر بڑا اعتبار کیا تھا، لیکن تم تو بڑے فریبی نکلے، اگر تم میں ذرا بھر بھی دیانت ہے تو تمہیں اپنی کہی ہوئی بات کی لاج رکھنی چاہئے۔

بھارت اچھا ہمسایہ بننے کی بجائے مشترکہ دشمنوں سے مل گیا:

۵:...... ایک اور بات کہتا ہوں، دنیا میں قاعدہ یہ ہے کہ مذہب اخلاق، انسانیت، غرض ہر اعتبار سے سب کے ہاں ایک اصول ہے کہ ہمسائے کا ہمسائے پر حق ہوتا ہے۔ اگر ہندوستان کی حکومت کے دل میں کچھ ایمان کی رتی ہوتی جیسا بھی ان کا ایمان تھا اور کوئی انسانیت ہوتی تو پاکستان کے ساتھ وہ سلوک کرتی جو ایک اچھے ہمسائے کے ساتھ ایک اچھے ملک کو کرنا چاہئے۔

پاکستان اور ہندوستان ایک وقت میں ایک ملک تھا، پاکستان اور ہندوستان کے خطوں کے کچھ لوگوں نے غیر ملکی ٹھگوں اور انگریزوں کے ساتھ لڑ کر ملک کو آزاد کرایا، اس لحاظ سے تو بھارت کو چاہئے تھا کہ وہ امریکہ اور برطانیہ کا بلاک جو آج دنیا کو لوٹ کھسوٹ کر رہا ہے کے خلاف اس پاکستان کے ساتھ جو بھارت کا اچھا ہمسایہ ہے، اس کے ساتھ اچھا سلوک کرکے، اس کو طاقتور اور قوی کرکے اور اسے ساتھ ملا کر، ان طاقتوں کے خلاف جنگ کرتے جو یورپین پارٹیاں تھیں، جن کی غلامی میں ہم سو سال بس چکے تھے۔

تمہیں تو یہ چاہئے تھا کہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرتے اور ہمارے ساتھ تعاون کرتے، ہمیں اچھی نگاہ سے دیکھتے اور ہمارے حقوق غصب نہ کرتے، ہمارے حقوق ہمیں دیتے اور ہمیں یہ کہتے کہ: آؤ ہم تم ملیں اور مل کر ان سرمایہ داروں اور طاقتوں کے خلاف لڑیں اور طاقتور بنیں جنہوں نے سو سال تک ہمیں غلام بنائے رکھا۔ وہ جو امریکہ اور برطانیہ کا بلاک تھا، ان کے ساتھ لڑنے کے لئے ہمارے ساتھ ملتے۔

تم نے ان دشمنوں کے ساتھ مل کر ہمارے ساتھ لڑنے کا پروگرام بنایا، جن کے سو سال تک تم بھی غلام رہے اور جن کے ہم بھی غلام رہے، تم نے دشمن کے ساتھ مل کر تو سازش کی اور ان کے ساتھ تم ملے، جو تمہارا ہمسایہ تھا، اس کے ساتھ تم نے بدسلوکی کی، دشمن کے ساتھ ملنا اور ہمسایہ سے بدسلوکی کرنا یہ کمینے آدمی کا کام ہے، کسی شریف کا نہیں۔

تمہیں معلوم نہیں کہ شریف ہمسائے کیا کہا کرتے ہیں: ''اگر کوئی بات ہوجائے تو شریف کہتے ہیں کہ چلو جی اس نے کوئی بات کہہ دی ہے تو میں نہیں کہتا۔'' کیونکہ وہ آخر میرا ہمسایہ ہے، کیا تمہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ جو کسی کے لئے کنواں بناتا ہے گرتا اس میں وہ خود ہی ہے، کیا ابھی نہیں سمجھے وہ ہتھیار تمہارے کام نہ آئے، وہ اسلحہ تمہارے کام نہ آیا اور آگے چل کر دیکھو کہ تمہارے کام کچھ نہیں آئے گا۔ (انشاء اللہ)

تم بت پرست تھے...... تمہاری نگاہ ٹینکوں پر تھی...... تم گائے کی دم پوجنے والے تھے...... تمہاری نگاہ ہوائی جہازوں پر تھی...... تمہاری نگاہ ان جہازوں پر تھی جو بمباری کرتے...... اور تمہاری نگاہ امریکہ پر تھی۔ ہماری نگاہ ٹینکوں پر نہ تھی بلکہ ٹینکوں کے بنانے والوں کے خالق پر تھی اور ہماری نگاہ امریکہ کے خالق پر تھی اور اس خالق پر تھی جو مچھروں سے نمرود کو ختم کرتا ہے، یعنی جس نے مچھروں سے نمرود کو اور بنی اسرائیل کے بے کس سے فرعون کو ختم کروایا، اور جس نے ابرہہ اور اس کے لشکر کو ابابیلوں سے مروایا، وہی سچا خدا انشاء اللہ

بھارت اور اس کے ایجنٹوں کو پاکستان سے پٹوائے گا۔(نعرۂ تکبیر: اللہ اکبر)

تم نے جھوٹ بولا چین کا ہوا دکھلایا اور امریکہ سے اسلحہ لیا، تم اگر ایماندار ہوتے، پیٹتے یا پٹ جاتے وہ اسلحہ استعمال نہ کرتے جو جھوٹ بول کر امریکہ سے حاصل کیا، اس کو تم چین کے مقابلہ پر استعمال کرتے ہمارے مقابل استعمال نہ کرتے، لیکن سچ تو وہ بولے جس کا خدا سچا ہو۔

مسلم و ہندو کے خدا کا فرق:

مسلمان وہ قوم ہے جنہیں خدا نے بنایا ہے۔

اور ہندو وہ قوم ہے جس نے اپنا خدا آپ بنایا ہے۔

ہندو اپنے خدا کو آپ بناتے ہیں، ہمیں پتہ ہے کہ وہ کیسے بناتے ہیں، ایک لمبا سا پتھر لے کر بنانے والا اس کے اوپر بیٹھتا ہے، ایک چھینی لے کر لوہے کی اور ایک ہتھوڑا لے کر اور ہتھوڑے کو مار کر اپنے خدا کا کان بناتا ہے اور ناک بناتا ہے، اس کا ہاتھ بناتا ہے، اس کا پاؤں بناتا ہے، اس کا سر بناتا ہے اور اگر ہتھوڑے کی چوٹ زیادہ لگ جائے، کان ٹوٹ جائے تو خدا ٹوٹ گیا، پھر اور بناتا ہے اور خدا کو بنانے کے بعد اسے کھڑا کر کے اس کے سامنے سجدہ کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ فتح تو دے، تم اس سے فتح مانگتے ہو جس کو تم نے بنایا ہے، ہم اس سے فتح مانگتے ہیں جس نے تمہیں بھی بنایا اور ہمیں بھی بنایا ہے۔

مولانا نے تقریر کو بند کرنا چاہا، مگر عوام نے مولانا کو تقریر جاری رکھنے پر مجبور کردیا۔

اچھا جی! ایک واقعہ یاد آ گیا:

قادر پور راواں ملتان کا ایک قصبہ ہے، وہاں ایک عالم گزرے ہیں بہت نیک تھے، مولانا عطا محمد صاحب ان کا نام تھا، میں ان کے ہاں ایک دفعہ مسجد میں بیٹھا تھا، انہوں نے ایک قصہ سنایا۔ ایک آدمی وہاں وضو کی جگہ بیٹھا ہوا تھا، مجھے کہا کہ یہ آدمی دیکھا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا: اس نے ایک واقعہ سنایا اور کہنے لگے:

ہمارے محلے میں ایک شخص ہے، اس کی بیوی فوت ہوگئی، انہی دنوں لوگ مسجد میں فاتحہ خوانی کے لئے بیٹھے ہوئے تھے، جیسے یار، دوست، ہمسائے اور اہل شہر افسوس کے لئے آئے تھے، وہ جس کی بیوی مرگئی تھی وہ روتا بہت تھا، وہ جس کا نام انہوں نے بتایا وہ پٹھان تھا، یہ جو ہمارے ہاں سردیوں میں آجاتے ہیں کام کرنے کے لئے، اس پٹھان نے کہا یہ روتا کیوں ہے؟ کسی نے کہا اس کی بیوی مرگئی ہے، تو اس پٹھان نے قریب آ کر کہا کہ فاتحہ پڑھئے تو وہ پھر رونے لگا، پٹھان نے کہا کہ بھائی رومت، آخر ہر کسی نے مرنا ہے، سب دنیا چلی جائے گی، اللہ اسے بخشے، صبر کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے، لیکن وہ رونے سے نہ ہٹا تو پٹھان کو غصہ آیا اور اس نے کہا کہ تیرا ہی بیوی مرا ہے اور کسی کا نہیں مرا۔ پٹھان بالعموم جہاں تیرا کہنا ہو وہاں تیری کہتے ہیں اور جہاں تیری کہنا ہو وہاں تیرا کہتے ہیں۔ جب پٹھان نے غصے سے کہا تو اس نے شخص نے جواب دیا کہ میں بیوی کو نہیں روتا، اس نے کہا کہ بیوی کو نہیں روتا تو اور کس کو روتا ہے؟ اس نے کہا وہ دودھ پیتا ہوا بچہ چھوڑ گئی ہے، بچہ اس کی گود میں تھا، رو میں اس لئے رہا ہوں کہ میں بچے کا کیا کروں گا؟ ماں اس کی مرگئی ہے میں اس کی پرورش کیسے کروں گا۔

بس اتنا کہا تو پٹھان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا، اٹھ! میری بات سن وضو کرنے والی جگہ پر لے جا کر کھڑا کردیا۔

دیوار آگے اور کھیت پیچھے تھے دیوار ذرا چھوٹی تھی۔

اس نے کہا وہ دیکھ سامنے اونٹ چر رہے ہیں؟ نظر آتے ہیں۔

کہا جی ہاں۔

پٹھان نے کہا پیچھے جو لڑکا اونٹ چرا رہا ہے وہ نظر آتا ہے۔ اس نے کہا ہاں دیکھ لیا۔

پٹھان نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ انیس بیس سال کا لڑکا ہے، جب یہ پیدا ہوا اس سال یہاں ہم آئے تھے، جب گرمیاں آجاتی ہیں ہم واپس آجاتے ہیں۔ اونٹ پر میں بھی سوار تھا، میری بیوی بھی سوار تھی، قافلہ جا رہا تھا، وہ امید سے تھی۔ آہستہ سے میری بیوی نے کہا کہ مجھے دردِ زہ شروع ہو گیا ہے۔ تو میں نے اونٹ قطار سے نکالا اور ایک جگہ بیٹھا لیا، قافلہ آگے نکل گیا، میری بیوی اتری اور اترتے ہی بچہ پیدا ہوا اور وہ اترتے ہی یوں گری اور گرتے ہی مرگئی، اور کہا کہ میں نے گڑھا کھود کر بیوی کو اس میں ڈال کے اس پر مٹی ڈال دی اور لڑکے کو اٹھا کر اونٹ پر چڑھ کر میں چل پڑا۔ بچہ رو رہا ہے، ماں مرگئی ہے، دودھ ہے نہیں، کوئی دو چار میل وہ روتا گیا، میں نے سوچا مرتو اس نے بھی جانا ہے میں کیوں مصیبت میں پڑوں، دودھ نہیں ہے، سفر ہے گھر کیسے پہنچوں گا؟ میں نیچے اترا پہاڑ کے پاس گیا، چار پتھر رکھے اندر گھاس رکھا ایک چوڑا پتھر اوپر رکھا اور زندہ چھوڑ کر چلا گیا۔

کہنے لگا کہ اگلے سال جب میں اس پہاڑ کے قریب سے گزرا تو بیوی یاد آئی اور بچہ یاد آیا اور وہ ساری بات یاد آ گئی۔ دل میں ایک صدمہ سا ہوا اور میں رک گیا، رکا میں اس لئے کہ وہ جگہ دیکھوں پھر دل میں کہا کہ وہ بچہ تو مرگیا ہوگا۔ اب تو ہڈیاں ہوں گی، کسی جانور نے کھالیا ہوگا، تو قدم آگے اٹھا، بچے کی محبت نے کوئی ایسا جوش مارا کہ اور آگے جانے کو دل چاہا کہ میں دیکھ تو جاؤں، کہتا ہے کہ جب میں بچے کے پاس گیا تو بچہ زندہ تھا، معلوم ہوا کہ زندگی اور موت، عزت و ذلت، نفع و نقصان کا اللہ مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ: ''جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ اس میں جتنی کمی ہے، وہ میں پوری کردوں گا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں، مسجد میں، سجدہ میں دعائیں مانگیں ہوں کہ تھوڑوں کو لے جا کر میں جیت ہی نہیں سکتا تو کیا لیجانا ہے تھوڑوں کو تو ہی جتادے؟ ایسا نہیں کیا۔

نبی ہی ایک ایسی ذات ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عادت کو صحیح جاننے والی ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ سب نبیوں کے سردار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عادت کو صحیح جانتے تھے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے وہ لے آؤں باقی وہ دیدیں گے، میں نہ لاؤں گا تو وہ بھی نہیں دے

گے، اور مانگا تو پھر کتنے ناز سے مانگا، دعا میں ایک ناز کا لفظ بولا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی بول سکتے ہیں خدا کے سامنے، دنیا میں اور کوئی نہیں بول سکتا، یہ انہیں کا مقام ہے کہ:

"اے اللہ! میں یہ چھوٹی سی پارٹی لے کر آیا ہوں، اگر آج مدد نہ کی اور یہ پارٹی نہ رہی تو تو بھی جان لے کہ قیامت تک تیرا دنیا میں نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔"

یعنی اگر اس جماعت کو جو بڑے چھوٹے موٹے، بوڑھے، جوان، غریب مسکین، بھوکے جن کو میں لے کر آیا ہوں، اگر تو نے آج ان کی مدد نہ کی تو یاد رکھ، نام تیرا بھی کوئی نہیں لے گا۔ یہی تیرا نام لینے والے ہیں ایسا ناز کا لفظ اللہ تعالیٰ نے برداشت کرلیا، غصے نہیں ہوا، کیونکہ اپنے پیاروں پر اللہ غصے نہیں ہوا کرتا۔

تو میرے اللہ کی عادت یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ، باقی میں پورا کردوں گا، پھر فرماتے ہیں کہ:

"اور دیتا ہوں، اور اگر کوئی یہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ! تو اور بھی تو دے سکتا ہے، تو وہ کہتا ہے کہ ایسوں کو میں دیا ہی نہیں کرتا جن کو میں دے دوں اور وہ میرے راستہ میں خرچ نہ کریں۔"

ایک اور بات جو دراصل اس کی شرح ہے:

حضرات صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اس کا نام توکل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا، اس کی حاضری کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ:

کہاں سے آیا ہے؟

اس نے کہا فلاں ملک سے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: پیدل آئے ہو یا سواری ہے؟

اس نے کہا کہ سواری ہے۔

فرمایا کہ: سواری کہاں ہے؟

جواباً عرض کیا کہ باہر۔

فرمایا کہ کس کے پاس چھوڑ کر آئے۔

اس نے کہا کہ توکل پر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سمجھایا کہ اونٹ کا گھٹنا رسی سے باندھ لے پھر کہے کہ اللہ تیرے سپرد ہے۔

گویا توکل اس کا نام ہے کہ جو کرسکتا ہے وہ کر اور جو نہیں کرسکتا اللہ پر سہارا کر۔

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے ایک نئے متوکل کا واقعہ لکھا ہے کہ:

"ایک درویش نے سوچا کہ کسی سے مانگ کے نہیں کھانا خدا خود دے گا تو کھاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے سوچا کہ جلدی دے دیا تو امتحان نہ ہوا، کچھ دیر نہیں دیا دیکھوں تو سہی کہ توکل ہے کتنا؟

ایک دن فاقہ، دو دن فاقہ تین دن فاقہ غرض سات دن گزر گئے فاقہ ہی فاقہ۔ اب جان نکلنے کو آ گئی کہ اٹھ بھی نہیں سکتا تھا، کبھی دل میں سوچے کہ مانگ لے چھوڑ، اس توکل کو۔ ہم نے تو سوچا تھا کہ کمانا نہیں پڑتا، مگر یہ عجیب بات ہے کہ دیتا ہی کچھ نہیں ہے اور کبھی وہ سوچتا کہ توکل کیا ہے کچھ تو حیا کر، وہ کشمکش و پیچ میں تھا۔ نیم دروں نیم بیروں۔ جب بہت ہی جان نکلنے لگی تو دل میں خیال آیا کہ آخر توکل کیا ہے کہ جان نکلتی ہے تو نکل جائے توکل نہیں چھوڑتا، بس اس نے یہ کہا کہ اتنے میں ایک آدمی آیا۔

یہ متوکل دہلی کی جامع مسجد میں بیٹھا تھا، ایک آدمی آیا اور ایک ٹرے پلاؤ گرم کی بھری ہوئی لایا اور آواز دی کہ کوئی درویش ہے، کوئی ہی نہیں، اس نے پھر کہا، اے بھائی کوئی درویش ہے، وہ ایک آدمی بیٹھا۔ اس نے کہا کہ یہ تو درویش کو کہتا ہے تجھے تو کہتا ہی نہیں، اس لئے میں کیسے بولوں۔

اس نے اس سے کہا کہ او میاں تو کون ہے۔ اس نے کہا، میں مسافر ہوں۔ اس نے کہا، یہ لے روٹی۔ اس نے روٹی لے لی اور کھانے بیٹھ گیا، چونکہ کھانا بہت زیادہ تھا اسنے پیٹ بھر کے کھالیا وہ ختم نہ ہوا اور بچ گیا۔ تو اس نے دل میں یہ سوچا کہ یہ رکھ لوں۔ شاید کل اللہ میاں نہ دے۔ پھر دل میں خیال آیا کہ پہلے سات دن نہیں ملا اور اب رکھ لوں تو یہ توکل کے خلاف ہے۔ پھر اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ پہلے سات دن نہیں ملا اور شاید چودہ دن نہ آئے، گویا کبھی کہے رکھ لوں اور کبھی کہے کہ نہ رکھوں، آخر دل میں خیال آیا کہ رکھنا توکل کے خلاف ہے، اسے واپس کردے، دروازے سے باہر آیا اور کہا کہ کوئی فقیر ہے۔ ایک فقیر نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ اس نے کھانا اس کے حوالے کردیا یہ چاول وغیرہ دے کر کھڑا ہی تھا کہ ایک مجذوب اور آیا۔ بھائی! اولیاء اللہ کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں ایک قسم مجذوب کی ہے اور مجذوب کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ وہ مقبول بڑے ہوتے ہیں، لیکن ان کے پیچھے لگنے کی مجھے اور آپ کو اجازت نہیں ہے۔ ہمیں سالک کے پیچھے لگنے کا امر ہے، مجذوب کے پیچھے لگنے کا حکم نہیں ہے، وہ خود اللہ کے مقبول ہوتے ہیں، اس بحث میں پڑنے سے تقریر رہ جائے گی۔ وہ مجذوب جامع مسجد کے دروازے سے گزرتا گیا۔ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ بعض مجذوب گالیاں بھی دے دیا کرتے ہیں، وہ مجذوب (متوکل کو مخاطب کرکے) کہنے لگا:

"سالے بچ گیا (چلتا بھی جارہا ہے اور کہتا بھی جارہا ہے کہ) سالے بچ گیا۔ سالے بچ گیا، کھانا واپس کردیا بچ گیا۔ ورنہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ اگر رکھ لے گا تو ساری عمر بھوکا ماردیں گے کھانا کبھی نہیں دیں گے۔"

اسلام کی فطرت یہ ہے کہ جو اس نے دے رکھا ہے وہ تو دیدے اور باقی اس پر توکل کر، وہ پورا کردے گا۔ دیکھیے بھائی! چلتا پانی اس میں بدبو پیدا نہیں ہوتی۔ اور کھڑے پانی میں، چاہے تالاب کتنا ہی زیادہ ہو بدبودار ہو جاتا ہے۔

قربانی کا صلہ:

دنیا میں جتنے جانور ہیں ان میں ایک بکرا بھی ہے اور کتا بھی ہے۔ کتیا بچے بہت دیتی ہے اور بکری بچے کم دیتی ہے۔ کتیا تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد

بچے دیتی ہے اور بکری اس سے زیادہ مدت کے بعد بچے دیتی ہے۔ بکری ایک یا دو اور کوئی بھی بھلی قسمت والا ہو تو اس کی بکری تین بھی دیتی ہے۔ اور کتیا شروع چھ سے ہوتی ہے، کتیا بچے زیادہ دیتی ہے اور بار بار جنتی ہے۔ تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد دیتی ہے، اور بکری تھوڑے جنتی ہے اور اس سے زیادہ مدت کے بعد جنتی ہے۔

لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ علماً کا وعظ ہو تو بکری ذبح ہوتی ہے۔ مریدوں کے ہاں پیر صاحب آئیں تو بکری ذبح ہوتی ہے۔ کسی کے لڑکی پیدا ہو تو ذبح وہی ہوتی ہے۔ کسی کے لڑکا ہو تو ذبح وہی ہوتی ہے۔ پولیس دورے پر آ جائے تو ذبح وہی ہوتی ہے، شادی میں وہی ذبح ہوتی ہے۔ ولیموں پر ذبح وہی ہوتی ہے۔ عقیقوں پر ذبح وہی ہوتی ہے اور امیروں کے روز کھانے کے لئے ذبح وہی ہوتی ہے اور جو گورنمنٹ نے کہہ دیا کہ دو دن ناغہ، دو دن سے پہلا دن جو ہوتا ہے تو دو گنا گوشت لیتے ہیں اور وہی ذبح ہوتی ہے، لیکن دنیا کا کوئی ذبح کرنے والا بکرے کی نسل کو ختم نہیں کر سکا۔ ہزار ہزار کا ریوڑ چلتا رہتا ہے، دس ہزار کے ریوڑ چلتے ہیں، جنگلوں میں کوئی دنیا کی طاقت بکروں کو ذبح کر کے ختم نہیں کر سکی۔

کتے، نہ فقیر کے آنے پر ذبح ہوتے ہیں اور نہ امیر کے آنے پر ذبح ہوتے ہیں، نہ پیر کے آنے پر اور نہ پولیس کے آنے پر ذبح ہوتے ہیں، نہ ولیموں میں، نہ لڑکی کے پیدا ہونے پر، نہ لڑکے کے پیدا ہونے پر، دعوت میں کوئی بھی ذبح نہیں کرتا لیکن دنیا میں کتوں کے ریوڑ چرتا آج تک کسی نے نہیں دیکھا، کیونکہ کتی کے بچے نے قربانی نہیں دی، بکری کے بچے نے قربانی دی، وہ بڑھا اس کی نسل کو دنیا میں کوئی ختم نہ کر سکا۔

مسلمان قوم قربانی دینا جانتی ہے، دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ذبح کریں تب بھی مسلمان بڑھے گا، اسے کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ (انشاء اللہ)

مسلمانوں کا جذبہ قربانی:

میں کاشتکار کا بیٹا ہوں میرے والد ہل چلاتے تھے، میں نہ پیر کا بیٹا ہوں، نہ کسی امیر کا بیٹا ہوں، نہ کسی وکیل کا بیٹا ہوں، میرا باپ ان پڑھ تھا۔ اس لئے کاشتکاری کے اصول جانتا تھا، کھاد اچھی ڈالی جائے تو زمین آمدنی زیادہ دیتی ہے، اعلیٰ زمین ہو اور کھاد سے محروم ہو آمدنی کم دیتی ہے۔

یعنی زمین ردی قسم کی ہو اس میں محنت کی جائے اس میں کھاد ڈالی جائے، چاہے کھاد ولایتی ہو چاہے گھر والی گوبر کی کھاد ہو، وہ بھی کھاد، وہ بھی کھاد۔ بس زمین میں کھاد پڑتی ہے، ردی زمین بھی فصل اچھی دیتی ہے، جس میں کھاد نہیں پڑتی وہ فصل اچھی نہیں دیتی۔

ہر چیز کی کھاد ہے، ایک زمینوں کی کھاد ہے، ایک قوموں کی کھاد ہے تو جوانوں کا خون، جس قسم کے نوجوان خون نہیں دیتے اس کی پیداوار نہیں بڑھتی۔

مسلمان قوم ملت کے لئے خون دینا جانتی ہے، اس لئے اس کی نسل بڑھے گی۔

جیسا کہ محاورہ ہے کہ زمین گول ہے، تاریخ اپنے آپ کو دھراتی ہے، ایک زمانہ میں نے دیکھا اپنی آنکھوں سے کہ ہم اپنے نوکروں کو ملازم کرتے وقت کہتے تھے کہ اتنا کپڑا دیں گے، اتنے دانے دیں گے، دیہات میں یہ تنخواہ ہوتی تھی۔ ہم جو قمیض دیتے تھے، آدھی آستینیں ہوتی تھیں اور اتنا لمبا بھی نہ ہوتا تھا، اس زمانے میں مزدوروں اور نوکروں کو جو ہم دیتے تھے، زمانہ بدلا تاریخ بدلتی گئی اور وہ چولا اب شرٹ کے نام سے ہر جج ہر افسر نے گلے پہنا ہوا ہے، صرف نام ہی بدلا ہے، ہم اس کو بھوئی کہتے تھے تم اس کو شرٹ کہتے ہو، اور میں نے آنکھوں کے سامنے جوتے کی نوک یہ بدلتی ہوئی دیکھی، جب میں دیوبند سے پڑھ کر آیا ہوں، اور جب یہ چوڑی ہوئی تو بڑی خوشی سے کہتے کہ رواج بدل گیا، پھر چھوڑ کر بند لی والے آ گئے۔

دنیا میں قاعدہ یہ ہے کہ پچھلی رسومات ہر آنے والے زمانہ میں مقبول ہو جاتی ہیں۔ پچھلے لوگوں نے چھوڑ دیئے ہوتے ہیں، لباس میں تغیرات ہو جاتے ہیں، تو آپ اگر دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو پچاس، ساٹھ سال پہلے جو چیز رائج تھی اور لوگوں نے چھوڑ دی اب اسے پسند کریں گے، میں یوں تو نہیں کہتا کہ مجھ میں ادب زیادہ ہے اللہ والوں کا، یوں تو نہیں کہتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والی بات ہو گی آج، پر یوں کہتا ہوں کہ جو طرز عمل چل رہا تھا، بیچ میں پچاس سال کا خالی زمانہ آ گیا تھا آج پھر اینٹ لگ گئی ہے۔

جنگ عظیم:

جنگ عظیم سے لے کر مسلمانوں نے آج تک کوئی بات ایسی نہیں کی تھی، پچھلی لڑی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لے کر چلی تھی اور بیچ میں زمانہ خالی تھا۔ ترکوں کی بہادری کا زمانہ، مسلمانوں میں نہ دیکھا گیا، وہ بیچ میں ہمارے پچاس سال کا زمانہ خالی تھا۔ ہمارے نوجوان نے پر کر دیا، انہوں نے اتنا بتا دیا کہ اسلام سچا مذہب ہے، میں تو یوں کہتا ہوں کہ اس لڑائی میں اسلام کی صداقت نے مخالفوں کے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔ جو اسلام کی صداقت کے قائل نہ تھے یا یہ کہتے تھے کہ اسلام کی تاریخ میں یہ فرضی قصے تھے، محاذ جنگ کے ان واقعات نے انکے کان پکڑ کر سنوا دیا۔

غسان کے بادشاہ سے جنگ:

حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کو حضرت ا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا:

''جبلہ ابن غسان کا بادشاہ تین لاکھ کا لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں آیا ہے، ساٹھ ہزار فوج اس کی سامنے آ چکی ہے اور مقدمۃ الجیش کا وہ سالار ہے اور باقی تین لاکھ فوج میں سے تقریباً ڈھائی لاکھ پیچھے محفوظ ہے، آج جنگ کا کیا طریقہ ہونا چاہئے، جبکہ ہمارے پاس صرف ۳۵ ہزار ہے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آپ امیر ہیں جو حکم ہو، انہوں نے کہا کہ میں مشورہ پوچھتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ مشورہ کر لیا کرو، ان کی تین لاکھ فوج ہے، ساٹھ

ہزار وہ آگے ہیں، باقی پیچھے ہیں اور ہماری ساری فوج پینتیس ہزار ہے جو ان کی پہلی کمپنی کے برابر بھی نہیں بلکہ آدھی ہے، تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر کہا کہ:

"صحیح تو وہی ہوگا، جو آپ حکم دیں گے، چونکہ آپ مجھ سے پوچھتے ہیں، میں مشورہ دیتا ہوں کہ آپ ساٹھ آدمیوں کو مورچے پر بھیج دیں، باقی پیچھے محفوظ کرلیں۔"

ساٹھ ہزار کے مقابلے میں صرف ساٹھ، یہ غسان کا بادشاہ ساٹھ ہزار لایا تھا۔ غالباً یہ جنگ یرموک کا واقعہ ہے۔ تو مؤرخ لکھتا ہے کہ ساٹھ ہزار کے مقابلے میں ساٹھ تھے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے پہلے ساٹھ ہزار کے لشکر کو ساٹھ آدمیوں نے بھگادیا۔ تاریخ نے اپنے آپ کو دہرادیا اور یہ ثابت کردیا کہ تاریخ اسلامی پر غلط واقعات کا کوئی الزام نہیں لگا سکتا کہ یہ کہانیاں لکھ دیں، یہ کوئی نہیں کرسکتا کہ یہ کہانیاں فرضی ہیں۔

وہ یورپ جو مسلمانوں کا اصلی اور ابدی دشمن ہے، ان کو ثابت کردیا، ہماری فوج کے جوانوں نے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سچے تھے۔ اگر یہ چودہ سو سال نبی علیہ السلام سے دور ہونے کے باوجود پھر بھی ہم میں ایمان و اسلام کی خاطر جذبہ جہاد موجود ہے تو جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا تھا، ان میں کیا کچھ موجود نہ ہوگا؟ ان مجاہدوں نے قرآن کی صداقت کو ثابت کردیا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سچا ثابت کردیا اور ہماری گزشتہ تاریخ کو صحیح ثابت کردیا۔

آج امریکہ کا پریذیڈنٹ اور سلامتی کونسل کے لوگ اور یو این او کے لیڈروں کو (کفن چوروں کی پارٹی) یہ سب کو آج ماننا پڑے گا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھولے ہوئے، طرز بھولے ہوئے، وہ نہ صرف زندگی بھولے ہوئے نبی کی بلکہ ہر چیز بھولے ہوئے، نہ صرف بھولے ہوئے بلکہ ہر سنت چھوڑے ہوئے، چونکہ ان کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ابھی باقی تھا، وہ آگ کا سارا چولہا ہی راکھ ہوچکا تھا اور سرد ہوچکا تھا، ایک انگارہ اس میں ابھی سلگ رہا تھا، تھوڑا سا ہوا کا جھونکا آیا تو وہ شعلہ بن گیا۔

جب حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے خط لکھا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو مصر سے شام کی چھاؤنی میں کہ:

"عیسائیوں نے میرے ساتھ غداری کی ہے (یہ پہلے ہی غدار تھے) صلح کے دن حملہ کیا، میری فوج بہت ساری شہید ہوگئی، میری مدد کے لئے فوج بھیج دیں۔"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میں مشورہ ہوا تو فیصلہ ہوا کہ چار ہزار آدمی بھیج دو، راستہ میں جنگل تھا، بہت لمبا، اس زمانے میں سب سے زیادہ انتظام پانی کا کرنا پڑتا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: "خالد! آدمی تو میں چار ہزار بھیج دیتا ہوں، لیکن پانی کا کیا بنے گا؟ کیونکہ بہت لمبی جنگ ہے۔" تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: "اچھا چار ہزار کی جگہ صرف چار آدمی بھیج دیں، جو وہاں جاکر چار ہزار کا کام دیں۔"

اور یہ واقعہ ہے کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز پیش کی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے قبول فرمالی۔ اور دریافت کیا کہ وہ کونسے چار ہیں مسلمانوں میں، جو چار ہزار کے مقابلہ پر تل سکیں اور وزن میں ان کے برابر ہوں تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تین اپنے دوستوں کا نام لیا اور چوتھا اپنا نام لیا، اور واقعتاً پھر یہ چاروں ہی گئے۔

تو میں عرض کررہا تھا کہ زمین گول ہے اور تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے زمانہ ایسا ہے جیسے کنواں چل رہا ہو، اس کا چکر چل رہا ہوتا ہے، جو لوٹا پانی کا جاتا ہے کچھ دیر کے بعد پھر آجاتا ہے، جو جاتا ہے پھر وہی آجاتا ہے، تو جنگ عظیم میں وہ ترکی کے بہادر جنہوں نے اپنے ملک کو انگریزوں سے بچایا تھا، جتنا بھی بچایا تھا انہوں نے، اس کے بعد مسلمانوں میں پچاس سال تاریخ خالی تھی، الحمدللہ وہ پھر پر ہوگئی۔ اور انشاء اللہ وہ ہمیشہ پر ہوتی رہا کرے گی۔

ایک اور بات کہتا ہوں:

پہلی جنگ عظیم کے بعد حکومت برطانیہ سمندروں کی رانی کہلاتی تھی اور اب بیوی بھی نہیں رہی، دیکھا میرے اللہ میاں کا کام...... جن کی حکومت میں چوبیس گھنٹے سورج غروب نہیں ہوتا تھا انشاء اللہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ سورج طلوع نہیں ہوگا۔

بھارت کے درندو اور انسانیت کے دشمنو! تم ان پر سہارا کرے ہو جو کل ڈوبے، جو پرسوں ڈوبے، زمانہ بدلتا ہے اور بدلتا رہے گا، دنیا کے مؤرخ نے ان لوگوں کو دیکھا جو رات کو جیل میں تھے صبح کو تخت پر تھے اور جو رات کو تخت پر تھے صبح کو پھانسی پر تھے۔ اگر میرا اللہ تخت نشینوں کو صبح پھانسی پر لٹکا سکتا ہے، اور جیل کی کوٹھڑی میں جون، جولائی میں سڑنے والوں کو سلطنت دے سکتا ہے تو پاکستان کے مسلمانوں کو کامیاب اور ہندوؤں کو ذلیل کرسکتا ہے، کیونکہ ہم گناہگار تو ہیں لیکن ہیں تو اسی کے۔

ایک اور بات:

فرمانبردار نوکر، نافرمان بیٹا! یہ زمیندار جو مرجائے جس کا وہ نوکر فرمانبردار تھا، کوئی ہے دنیا میں تحصیلدار ایسا کہ اس نوکر کے نام ساری زمین انتقال کردے، کوئی ہے ایسا قانون کہ یہ نوکر فرمانبردار تھا، اس کے نام انتقال کردو، انتقال تو باپ کی جائیداد کا بیٹے ہی کے نام ہوگا چاہے یہ نافرمان ہی تھا۔

چاہے ہم کتنے ہی گئے گزرے مسلمان ہیں۔ وصال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ہمارے ہی نام ہوگا چاہے ہم جیسے ہیں۔ اگر کوئی رشوت لے کر بھی دے تو تب بھی رفیع شاہ پٹواری کی طرح جیل جائے گا، تم نے کیسے سمجھا کہ تم جیتے ہو؟ میرے خدا کی خدائی میں، ہم اس کے ہیں۔ ہم کتنے ہی نالائق ہیں انتقال وراثت کا ہمارے ہی نام ہوگا۔ ●●

تحریر: مولانا محمد اشرف کھوکھر

توضیح و تشریح اسمأ الحسنیٰ

قارئین گرامی! السلام علیکم!

السَّلام:

سلام بطور اسم صرف اللہ جل شانہ کے لئے ہے، اس کے معنی وہ جو سلامتی میں کامل ہو، تمام عیوب، عیب و نقائص سے محفوظ ہو، وہ جس کی سلامتی معرض خطر و زوال میں نہ ہو، وہ جو دوسروں کو سلامتی بخشتا ہو، اسلام کو اسلام اس لئے کہتے ہیں اسلام جو اللہ تعالیٰ کا امن و سلامتی والا پسندیدہ اور برگزیدہ دین ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خیر کم من بدء فی السلام

''تم میں سے بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔''

ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سلام کرنے میں پہل فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

''المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہٗ''

''مسلمان وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔''

دنیا میں ہر انسانی کوشش کا نتیجہ قیام و استحکام امن اور سلامتی پر ہی منتج ہوتا ہے۔ سبھی لوگ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک حصول امن و سلامتی کی تگ و دو میں مصروف رہتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ ہر شخص کا طریق حصول امن و سلامتی الگ الگ ہے، یہ امر مسلم ہے کہ اپنے حواس و ادراک اور فہم و فراست پر ہی مکمل بھروسے سے سلامتی کا حصول و استحکام ممکن نہیں، اس لئے کہ وہی سلامتی بخش سکتا ہے جس کی سلامتی معرض خطر میں نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے کہ:

''اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذوالجلال والاکرام'' (بخاری عن ثوبانؓ)

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سلام پہنچایا تو آپ رضی اللہ عنہا نے جواب میں کہا کہ:

ان اللہ ھو السلام ومنہ السلام

''اللہ پاک تو خود سلامتی کا مالک ہے اور ہمیں سلامتی اسی سے ملتی ہے۔''

انسان ہمیشہ سے اپنی سلامتی کی بڑی بڑی تدبیریں کرتا رہا ہے، ہم اپنی سلامتی کے لئے ہر قسم کے سامان کرتے ہیں لیکن امن و سلامتی صرف اسی ''السّلام'' کی طرف سے ہے ورنہ ہم کیا اور ہمارے حفاظتی سامان کیا حیثیت رکھتے ہیں:

''وما النصر الا من عند اللہ''

ہوا جو ہماری بقا اور سلامتی کا اہم جزو ہے اور ہم تقریباً ایک منٹ میں ستر مرتبہ سانس لیتے ہیں، اگر ہوا میں زہریلی گیس ہو تو موت واقع ہو سکتی ہے۔ پانی جو ہماری بقائے حیات کا لازمی جزو ہے، اگر اس میں زہریلے اثرات ہوں تو موت واقع ہو سکتی ہے۔ آگ جس سے ہم اپنے کھانے پینے کی چیزیں قابل استعمال بناتے ہیں یا دیگر ضروریات کے لئے استعمال میں لائی جاتی ہے، اگر حد سے متجاوز ہو جائے تو ہلاکت کا باعث ہو سکتی ہے، لیکن موت کے وقت معین سے پہلے ہمیں وہی ''السلام'' ہی زندہ و سلامت رکھتا ہے۔

ہمیں نیند کی حالت میں امن و سلامتی میں رکھنے والا، گھر سے باہر، گلی، کوچوں، سڑکوں اور چوراہوں میں بحفاظت رکھنے والا، ہمیں مال، مویشی، پرند، چرند اور دیگر موذی جانوروں کے نقصان پہنچانے سے محفوظ رکھنے والا کون ہے؟ صرف اور صرف وہی ''السلام'' ہی ہے جو سلامت رکھتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دشمن کی گود میں سلامت رکھا، خاتم الانبیأ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح دشمنوں کے نرغے سے نکال کر امن و سلامتی میں رکھا اور اس طرح دنیا میں ایسے بے شمار واقعات ہوئے کہ دشمنوں نے جان بچائی، سانپ نے بچے کی حفاظت کی۔

☆...... میرے ایک دوست جناب قاری خلیل احمد صاحب جو مدینہ منورہ کی ایک لائبریری میں کام کرتے ہیں نے ایک مرتبہ دوران گفتگو یہ عجیب واقعہ سنایا کہ:

''مدینہ منورہ میں پانچویں منزل سے ایک ننھا سا بچہ کسی طرح گر پڑا، نیچے اتفاقاً ریت پڑی ہوئی تھی، ریت پر سے بچے کو اٹھا کر ہسپتال لے جایا گیا، ہر قسم کے ٹیسٹوں کے بعد ڈاکٹروں نے کہا کہ بچہ صحیح و سلامت ہے، بچے کے والدین سے کہا کہ آپ اسے گھر لے جا کر آرام کرائیں تو معصوم بچہ کو سلامتی میں کس نے رکھا؟ اسی اللہ رب العزت نے جو ''السلام'' ہے اور جس کی سلامتی زوال پذیر نہیں۔''

☆...... فرشتے اور جنات جو غیر مرئی مخلوق خدا ہیں وہ اللہ کے نیک بندوں کو سلام کرتے ہیں فرمایا:

"سلام قول من رب الرحیم"
ترجمہ: ملائکہ بھی اہل ایمان کو سلام کریں گے
سورۃ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:
ترجمہ: "(بے شک) اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اے ایمان والو! رحمت بھیجو آپ پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔"
(سورۃ احزاب ۵۶)

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر روز ستر ہزار فرشتے صبح و شام نازل ہو کر درود شریف پڑھتے ہیں، جہاں ایک نماز پچاس ہزار رکعت کا ثواب رکھتی ہے، جہاں حاضر ہونے سے سارے گناہ بخشے جاتے ہیں، جہاں تمام افکار و غموم دفع ہو کر دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، جہاں سلام کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود جواب دیتے ہیں جہاں فوت ہونے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا مستحق ہو جاتا ہے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما آرام فرما ہیں، جہاں ہر مردہ چہرہ کو رونق اور قلب و جاں کو تسکین ملتی ہے، جہاں آنسو محبت و احترام کے انداز سیکھتے ہیں، جہاں دھڑکنیں شکر و سپاس کی صورت اختیار کر لیتی ہیں، قدم رک جاتے ہیں، سر جھک جاتے ہیں، تقدیر بدل جاتی ہے، زبانیں ندامت و احساس خطا سے گنگ ہو جاتی ہیں، اعمال نادم اور خطائیں شرمندہ ہو جاتی ہیں، التجائیں آنسوؤں کا روپ دھار لیتی ہیں۔

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں انوار و تجلیات کی بارش برستی ہے اور ہر زائر خوش بخت اپنے اپنے ظرف کے مطابق تجلیات و انوارات کو اپنے قلب و جگر میں سموتا ہے اور اطمینان و سلامتی کو دامن میں سمیٹتا ہے، سعادتوں اور برکتوں سے جھولیاں بھرتا ہے۔ تمام مسلمان نماز پنجگانہ کے تشہد میں صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں، کتب احادیث مبارکہ بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ:

حضرت کعب بن عجرہؓ کے دریافت کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ الفاظ کہا کرو:

اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔
اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔

معلوم ہوا صلوٰۃ کی تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمادی جو درج بالا ہے۔

صلوٰۃ و سلام بھیجنے کے یہی الفاظ سب سے زیادہ باعث برکت اور زیادہ ثواب کے موجب ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ نماز کے اندر صلوٰۃ و سلام کے مسنون طریقے سے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجیں اور نماز کے علاوہ دیگر سلام کے طریقے جو دیگر احادیث مبارکہ میں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجیں۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سب سے بڑے محسن ہیں اور محسن کے احسانات کا بدلہ چکانے کی ہر صاحب ضمیر انسان کوشش و سعی کرتا ہے۔ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا بدلہ دینے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے لئے سلام بھیجیں، اللہ کے فرشتے پہنچائیں گے اور اگر اللہ رب العزت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہونے کی سعادت بخشیں تو مخاطب کے صیغوں سے "سلام" بھیجیں۔

اللہ تعالیٰ کی جو رحمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر برس رہی ہے اور فرشتے شب و روز ہر لحہ ہر آن رحمت بھیج رہے ہیں، ہم بھی اس رحمت خداوندی سے مستفیض ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی سعادت سے ہمکنار فرمائے:

تمنا ہے درختوں پر تیرے روضے کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

☆☆............☆☆

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
ایڈریس: شاپ نمبر: N - 91 صرافہ بازار، میٹھادر کراچی

رابعہ کلاتھ ہاؤس
پروپرائٹر: انوار احمد خان
عمدہ عطریات
حج و عمرہ کے احرام بھی دستیاب ہیں
لیڈیز اینڈ جینٹس کپڑوں کی عمدہ اور بہترین ورائٹی، دیدہ زیب رنگوں میں دستیاب ہے۔
اس کے علاوہ گل احمد، فاروق اور الکرم، چادروں کے کٹ پیس بھی دستیاب ہیں۔
تولیہ، جائے نماز، بیڈشیٹ اور دسترخوان دستیاب ہیں۔
پتہ: G-84 ارم شاپنگ مال، جوہر چورنگی، گلستان جوہر، کراچی

تحریر: پروفیسر منور احمد ملک، گوجر خان

قادیانی جماعت اور معجزات کا تذکرہ

قادیانی جماعت میں معجزات کا بہت تذکرہ ہوتا ہے، بات بات پر جماعت کے حق میں معجزات کے ظہور کا تذکرہ ہو جاتا ہے، فلاں آدمی کو نوکری مل گئی، دیکھو یہ قادیانی جماعت کی سچائی کی نشانی ہے، فلاں آدمی کی لاٹری نکل آئی قادیانی جماعت کا معجزہ ملاحظہ ہو:

''فلاں آدمی قتل ہو گیا، فلاں حادثے میں مر گیا، یہ قادیانی جماعت کا معجزہ!!''

بندہ نے کیونکہ قادیانی جماعت میں ۴۰ سال سے زائد عرصہ گزارا ہے اور ایک کٹر قادیانی فیملی میں آنکھ کھولنے کی وجہ سے گھٹی میں قادیانیت کی تعلیم و معجزات کا رس گھول کر مجھے لباب پلایا گیا، بچپن سے ہی قادیانی مربیوں کی زبانی قادیانیت کے معجزات کا تذکرہ سنتے آ رہے تھے، اب جبکہ قادیانیت کا ہر طرح مشاہدہ کرنے کے بعد بقائی ہوش و حواس قادیانیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کر چکا ہوں، تو ضروری سمجھتا ہوں کہ کچھ ان ''معجزات'' پر بات کر لی جائے۔

قادیانیوں سے اگر پوچھیں کہ قادیانیت کے معجزات کیا ہیں؟ تو ان میں:

''لیکھرام کا قتل، ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی، ضیاء الحق کا سانحہ شہادت اور ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے نوبل انعام کی بات کریں گے۔ ان کے علاوہ چند افراد طاعون کا ذکر بھی کریں گے۔''

لیکھرام کا قتل:

پنڈت لیکھرام آریوں کا ایک منہ پھٹ قسم کا پنڈت تھا۔ اس نے مرزا غلام احمد قادیانی کے مقابلے اسلام کے خلاف بہت کچھ کہا۔ مرزا قادیانی پہلے کیونکہ اسلام کے دفاع میں میدان میں آیا تھا، لہٰذا ان سے مقابلہ کرنے والے اسلام کے خلاف، بدزبانی کرتے تھے، مرزا قادیانی نے اس کی ہلاکت کی پیشگوئی کی اور باقاعدہ ایک عرصہ مقرر کیا اور عید کے دن سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد اس کی ہلاکت کی پیشگوئی کی۔

ترے گھر میں ہوگا ماتم اور مسلمانوں کی عید
اور تیری جان نکلے گی بہ تکلیف شدید
(ثاقب زیروی قادیانی شاعر)

قادیانی جماعت کی کتابوں میں لکھا ہے، بلکہ خود مرزا قادیانی نے بھی اس کا اظہار کیا ہے کہ جب اس کی ہلاکت کی پیشگوئی کے چھ سال گزر گئے اور چند دن باقی رہ گئے تو سخت پریشانی پیدا ہوئی۔ آخری دن مرزا قادیانی بے چینی سے انتظار کر رہے تھے کہ کب لیکھرام کے قتل کی خبر آتی ہے، آخر اس کی خبر آ گئی کہ لیکھرام قتل ہو گیا ہے اور قاتل تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔

قادیانی لٹریچر میں موجود ہے کہ ایک خونخوار قسم کا آدمی لیکھرام کے پاس مرید کے طور پر آیا اور تین دن تک اس کے ساتھ ساتھ رہا، آخر ایک دن موقع پا کر قتل کر کے بھاگ گیا۔ قادیانی جماعت کہتی ہے وہ ایک فرشتہ تھا، جسے خدا نے بھیجا تھا، اس کا نہ ملنا ہی قادیانیت کے معجزے کی دلیل ہے۔

اس واقعہ پر تھوڑا سا غور کرنے سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ اس کے قتل کا انتظار کرنے والا اور بے چینی سے انتظار کرنے والا ہی اس خونخوار قسم کے شخص کو بھیجنے والا تھا۔ کسی اور شک سے پہلے عرض کروں کہ اس دور میں ایسے معجزات کی بہتات ہے، ایک سال میں کئی درجن ''معجزے'' صرف پاکستان میں ہو رہے ہیں۔ بہت سی شخصیات ان معجزوں کی وقوع پذیری کے لئے سخت قسم کے انتظار میں مبتلا رہتی ہیں۔ آئے دن کے دھماکوں اور بوری بند قتل اور دن دہاڑے قتل بہت سی شخصیات کے لئے ''معجزات'' ہوتے ہیں، وہ شخصیات نہ صرف انتظار کرتی ہیں بلکہ پوری طرح ''دوا'' بھی کرتی ہیں۔ اگر لیکھرام کے قتل سے کسی کی سچائی ظاہر ہوتی ہے اور ایک آدمی کے لئے نبوت تک کی سچائی اس قتل سے ثابت ہوتی ہے، تو اس طرح یورپ میں اور بہت سے ایسے نبی (نعوذ باللہ) بیٹھے ہوئے ہیں۔ جن کے لئے پاکستان میں ہر روز ایک معجزہ ہو رہا ہے۔ معجزہ کے لئے یہی ایک بڑی نشانی ہے تاکہ قاتل پکڑا نہیں جاتا، تو یہ اعلیٰ شان کے معجزے تو اب روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں۔

عبداللطیف قادیانی:

اگر کوئی قادیانی جماعت چھوڑ جائے اور اس کا کوئی نقصان ہو جائے تو قادیانی جماعت میں برملا تذکرہ ہوتا ہے کہ دیکھو فلاں شخص نے قادیانی جماعت چھوڑی تو اسے یہ نقصان ہو گیا۔ اسے فلاں مالی یا جانی نقصان ہوا اور اگر کوئی نیا قادیانی ہو اور اس کے تمام رشتے دار اس سے ناراض ہو جائیں، اس کے مکان کو تباہ کر دیں، اس کے والدین اسے جائیداد سے عاق کر دیں، اس سے سب کچھ چھین کر گھر سے نکال دیں تو اسے قادیانی جماعت میں کہا جاتا ہے کہ یہ آزمائش ہے، ابتلا ہے، ایسی قربانیاں تو دینی ہی پڑتی ہیں، اور اگر کوئی قادیانی جماعت چھوڑنے کے بعد فوت ہو جائے تو یہ قادیانیت کے سنہری معجزات میں سے ہوگا۔ مگر اتفاق کی بات ہے ابھی تک ایسے معجزات قادیانی جماعت کے پاس جمع نہیں ہوئے۔ شاید خدا تعالیٰ قادیانیت کو چھوڑنے والوں کو دیر تک زندہ رکھتا ہے تاکہ ان کی موت پر قادیانی اپنا ''مذہب'' نہ چپکا سکیں۔

عبداللطیف قادیانی افغانستان کے بادشاہ کے قریبی افراد میں سے تھا، وہ ہندوستان آیا تو مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں سنا، قادیان چلا گیا اور مرزا قادیانی کی بیعت کر کے قادیانی ہو گیا، وہ جب واپس افغانستان گیا تو ان کے حلقہ احباب میں پتہ چلا گیا کہ یہ قادیانی ہو گیا ہے، یہ بات بادشاہ تک پہنچی۔ اس نے مفتی کے پاس کیس بھیجا تو انہوں نے

واجب القتل (سنگسار) قرار دے دیا۔ سب نے ان کو قادیانیت چھوڑنے کے لئے کہا مگر وہ نہ مانا، چنانچہ اس سزا پر عمل کرتے ہوئے اسے کھلے میدان میں کمر تک زمین میں گاڑا گیا اور پھر چاروں طرف سے پتھروں کی بارش شروع ہوگئی، اور آخر پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا۔ قادیانی لٹریچر سے ہی پتہ چلتا ہے کہ پتھروں کا اتنا بڑا ڈھیر لگ گیا کہ عبداللطیف قادیانی نظر نہ آتا تھا، پھر پہرہ لگ گیا کہ کوئی ان کی لاش نہ لے جاسکے، چند دن بعد رات کے اندھیرے میں کسی نے اس کی میت کو نکال کر کسی نامعلوم جگہ پر دفن کی، مگر بعد میں وہاں سے کسی نے نکال کر غائب کر دی۔

اب ذرا غور کرنے والی بات ہے کہ ایک آدمی جو پہلے باعزت زندگی گزار رہا تھا، صوم وصلوٰۃ کا پابند، نیک، متقی پرہیزگار شخص تھا (یہ اوصاف خود قادیانی بتاتے ہیں) جب وہ قادیانیت قبول کرتا ہے تو اسے سرعام پتھر مار مار کر سنگسار کر دیا جاتا ہے۔ مگر قادیانی اسے "شہید" کا لقب دے کر فخر سے بتاتے ہیں:

کہتے ہیں قادیانیوں نے افغانستان کی سرزمین کے لئے بددعا کی اور حکمرانوں کے لئے بہت کچھ کہا، کیا عبداللطیف قادیانی کی موت یا مرزا قادیانی کی دعائیں یا بددعائیں قبول ہوئیں؟ کیا افغانستان میں قادیانیت تیزی سے پھیلی اور وہاں قادیانیت تناور درخت کی طرح موجود ہے؟ بلکہ اس کے بالکل الٹ ہے۔

عبداللطیف قادیانی کے اس افسوسناک انجام کا تذکرہ اس لئے کر دیا گیا ہے کیونکہ آگے اسی قسم کے "معجزات" کا ذکر ہوگا، یہ ان کے لئے تریاق کا کام دے گا۔

ذوالفقار علی بھٹو:

۱۹۷۰ء کے عام الیکشن میں قادیانیوں نے کھل کر پیپلز پارٹی کی حمایت کی۔ قادیانی نوجوان پیپلز پارٹی کے کارکنوں سے بھی زیادہ سرگرمی سے الیکشن میں مصروف رہے۔ پیپلز پارٹی کو کامیابی ملی، ذوالفقار علی بھٹو صدر، وزیراعظم بن گئے۔ ۱۹۷۴ء میں چناب نگر (ربوہ) کے ریلوے اسٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء پر تشدد کے نتیجے میں چلنے والی تحریک "تحریک ختم نبوت" کے طور پر سامنے آئی، اور اس وقت کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ ذوالفقار علی بھٹو قادیانیوں کو اپنا محسن سمجھتے تھے۔ معاملہ قومی اسمبلی میں زیر بحث آیا تو قومی اسمبلی میں قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد قادیانی کو طلب کیا گیا۔ ۱۱ دن تک قادیانی جماعت کے سربراہ نے تفصیل سے اپنا موقف بیان کیا۔ چنانچہ قومی اسمبلی نے قادیانیوں کے عقائد و عزائم کی وجہ سے متفقہ طور پر ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

جب ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا تو ۱۹۷۷ء کے جلسہ سالانہ (ربوہ) چناب نگر پر قادیانی شاعر ثاقب زیروی نے "انجام" کے عنوان سے ایک نظم لکھی، جس میں فرعون اور ہامان کے انجام کا تذکرہ کر کے ذوالفقار علی بھٹو کو بھی اس لائن پر کھڑا کیا گیا، جب ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی کی سزا دی گئی تو قادیانیوں نے مرزا قادیانی کا الہام دریافت کرلیا کہ لکھا ہے: کلب یموت علی کلب "ایک کتا ہے وہ کتے کے الفاظ پر مرے گا۔"

یعنی کتے کے جتنے اعداد بنتے ہیں، اس کے مطابق تفصیل "بنائی" گئی کہ ذوالفقار علی بھٹو کے بارے میں پیشگوئی ہے، اس کی عمر ۵۲ سال ہوگئی ہے اور اعداد کا مجموعہ بھی ۵۲ بنتا ہے لہذا اب یہ نہیں بچے گا۔

سوچنے والی بات یہ ہے کہ اگر خدا نے قادیانیوں کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے مجرم کو سزا دی تو جو جرم اس نے کیا تھا اور جس کی وجہ سے قادیانیوں کو تکلیف ہوئی وہ قانون ختم ہوجاتا، اسمبلی کے ارکان معافی مانگتے لیکن ایسا ہرگز نہ ہوا۔

جنرل ضیاءالحق:

۱۹۸۳ء سے قادیانیوں نے پھر شرانگیزی شروع کی تو اپریل ۱۹۸۴ء میں جنرل ضیاءالحق مرحوم نے ایک آرڈیننس کے ذریعہ قادیانیوں کو شعائر اسلام استعمال کرنے پر پابندی عائد کر دی۔

جنرل ضیاءالحق ایک حادثے میں شہید ہوگئے تو قادیانیوں نے خوشی کا اظہار کیا اور اس کو مرزا طاہر کی طرف سے جو کہ لندن میں پناہ گزیں تھا اور ہے کے مباہلہ کا نتیجہ قرار دیا۔

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کا نوبل انعام:

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو نوبل انعام سے نوازا گیا۔ قادیانی جماعت نے اپنا قد بڑھانے کی کوشش کی۔ ۱۹۷۹ء میں ان کو انعام ملا تو قادیانیوں نے مرزا قادیانی کے ایک قول کو دریافت کرلیا کہ مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ:

"میرے فرقہ کے لوگ علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے۔"

قادیانی جماعت کے لئے تو یہ خوشی کی بات تھی کہ ان کی جماعت سے تعلق رکھنے والے ایک قادیانی شخص کو عالمی انعام ملا ہے، مگر اس کو اس حد تک لے جانا کہ یہ قادیانیت کی سچائی یا ایک علامت یا ثبوت ہے۔ نہایت مضحکہ خیز بات ہے۔

قادیانی جماعت نے یہ تاثر دیا کہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو قادیانیت کی وجہ سے یہ ترقی ملی ہے؟

ان سے کوئی پوچھے کہ آج تک جو ڈیڑھ سو دیگر عالمی سائنس دانوں کو یہ انعام مل چکا ہے کیا وہ قادیانیت کی وجہ سے ملا ہے یا قادیانیت کی مخالفت کی وجہ سے؟

قادیانی جماعت کے اس فارمولے کے مطابق جس مذہبی جماعت کے نوبل انعام یافتگان کی تعداد زیادہ ہوگی وہ سچی ہوگی۔

طاعون اور قادیانی جماعت:

طاعون نے جب ہندوستان میں تباہی مچائی، تو ہمارے گاؤں محمود آباد کی اس وقت کی آبادی ۸۰ فیصد قادیانی افراد پر مشتمل تھی۔ طاعون سے فوت ہونے والوں کی اکثریت قادیانی تھی، اس میں ہمارے قریبی رشتہ دار بھی تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے محمود آباد کے قریب ایک نیا قبرستان آباد ہوگیا۔ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ طاعون کا قادیانی بھی اسی طرح شکار ہوئے جس طرح دیگر عوام۔

قادیانی معجزات پر بڑا یقین رکھتے ہیں، مگر سو سال میں قادیانی جماعت ہر نئی بات کو مرزا قادیانی کا معجزہ قرار دیتی ہے، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

☆☆

نثار احمد خان فتحی

کذاب یمامہ سے کذاب قادیان تک

علی بن محمد خارجی

جھوٹا دعوائے نبوت اور انجام

رے کے شہر کے مضافات میں پیدا ہوا، خوارج کے فرقہ ازراقہ سے تعلق رکھتا تھا، ابتدائی ذریعہ معاش اس کا یہ تھا کہ خلیفہ جعفر عباس کے بعض حاشیہ نشینوں کی مدح وتوصیف میں قصائد لکھ کر کچھ انعام حاصل کرلیا کرتا تھا، جب امرأ و رؤسا کی مجلسوں میں آمد و رفت سے کچھ رسوخ حاصل ہوا تو اس کے دل میں سرداری اور ریاست کے خیالات پیدا ہونے لگے۔

۲۴۹ھ میں علی بغداد سے بحرین چلا گیا اور وہاں حالات سازگار دیکھ کر اپنی نبوت کا اعلان کردیا اور اپنے اتباع کی دعوت دینی شروع کردی۔ یہ کہتا تھا کہ مجھ پر بھی کلام الٰہی نازل ہوتا ہے۔ اس نے اپنا ایک آسمانی صحیفہ بھی بنا رکھا تھا۔ جس کی بعض سورتوں کے نام سبحان، کہف اور ص تھے، اور کہتا تھا کہ خدا نے میری نبوت کی بہت سی نشانیاں ظاہر فرمائی ہیں۔

بحرین کے اکثر قبائل نے علی کی نبوت کو تسلیم کرلیا اور وہاں اس نے ایک بڑی جماعت اور قوت حاصل کرلی، بحرین کے بعض عمائدین اس کی فوج کے افسر مقرر ہوئے اور بہبود زنگی کو امیرالبحر کا عہدہ سونپا گیا۔

پانچ سال بحرین میں قیام کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ مجھے خدا کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ یہاں سے بصرہ جاؤں اور وہاں کے لوگوں کو اللہ کا راستہ دکھاؤں، چنانچہ یہ ۲۵۴ھ میں بصرہ میں اپنے چند مریدوں کے ساتھ چلا آیا اور بصرہ کے حاکم محمد بن رجأ کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف ہوا، محمد بن رجأ نے اس کی گرفتاری کے لئے آدمی بھیجے مگر یہ بھاگ گیا تاہم اس کی بیوی، بیٹا اور کچھ ساتھی گرفتار کرلئے گئے علی بھاگ کر بغداد آیا اور ایک برس تک مقیم رہ کر اپنی نبوت کی دعوت دیتا رہا، اس دور میں بصرہ میں ایک بغاوت ہوئی اور لوگوں نے عامل بصرہ محمد بن رجأ کو بصرہ سے نکال دیا اور بصرہ کے قید خانے کا دروازہ توڑ کر قیدیوں کو رہا کردیا، جب ان واقعات کی خبر علی کو پہنچی تو اس نے موقع غنیمت جان کر رمضان ۲۵۵ھ میں بصرہ کا رخ کیا۔

حبشی (زنگی) غلاموں کو اپنے تابع کرنے کی ترکیب:

بصرہ پہنچ کر علی بن محمد نے اعلان کردیا کہ جو زنگی غلام میری پناہ میں آجائیں گے میں ان کو آزاد کردوں گا، یہ اعلان سنتے ہی حبشی غلام ملک کے اطراف واکناف سے بھاگ بھاگ کر علی کے پاس آنے شروع ہوگئے اور کچھ ہی عرصے میں غلاموں کی ایک بھاری جماعت علی کے پاس جمع ہوگئی۔

علی نے ان سب کو جمع کرکے ایک بڑی پرجوش تقریر کی اور ان سے ہمدردی کا اظہار کیا، مال ودولت دینے کا یقین دلایا اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی قسم کھائی اور ایک جھنڈا ریشمی کپڑے پر یہ آیت لکھ کر ایک بلند مقام پر نصب کردیا: ''ان اللہ شتریٰ من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم جنۃ''

[illegible] غلام کو [illegible] ملتی تھی وہ اپنے آقا کو چھوڑ کر علی کے پاس آکر پناہ حاصل کرنے لگا، زنگی غلاموں کے آقاؤں کا رنگ پیلا پڑ گیا اور وہ علی کے پاس اپنے غلاموں کی شکایت لے کر آئے، علی نے اشارہ کردیا اور غلاموں نے اپنے آقاؤں کو مارنا اور قید کرنا شروع کردیا، بصرہ کے شریف لوگ یہ رنگ دیکھ کر دم بخود رہ گئے۔

اس طرح علی نے زنگی غلاموں کا بڑا لشکر تیار کرلیا جو اس کے اشارے پر مرنے مارنے پر تیار رہتا تھا۔ علی اس لشکر کو لے کر آس پاس کے علاقوں دجلہ، ایلہ اور قادسیہ وغیرہ پر لوٹ مار شروع کردی۔ حکومت نے جب بھی اس کے مقابلے پر کوئی فوج بھیجی اس نے ہر دفعہ علی کے لشکر سے شکست کھائی ان فتوحات سے علی کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔

اہل بصرہ چار مرتبہ علی کے مقابلے کے لئے نکلے مگر ہر مرتبہ زنگی غلاموں کے ہاتھ میدان رہا اور کافی سامان جنگ اور اسلحہ ان کے ہاتھ آیا۔ دربار خلافت سے بھی دو مرتبہ فوجیں بھیجی گئیں مگر ان کو بھی کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اہل بصرہ کے ایک وفد نے اس صورتحال کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا، چنانچہ خلیفہ نے ایک فوج گراں ایک ترک افسر جعلان کی نگرانی میں علی کے مقابلے کے لئے اہل بصرہ کے ساتھ روانہ کیا، چھ مہینے تک جنگ جاری رہی آخر ترک افسر جنگ سے دستبردار ہوکر واپس بصرہ آگیا اور زنگیوں نے خوب اس کی لشکر گاہ میں لوٹ مچائی۔

علی خارجی کی مزید فتوحات:

۲۵۲ھ میں علی خارجی نے ایلہ میں گھس کر وہاں کے گورنر عبداللہ اور اس کی مختصر سی فوج کو تہ تیغ کیا اور پورے شہر کو آگ لگادی اور یہ شہر پورا کا پورا جل کر خاکستر ہوگیا۔ اس کے بعد دوسرے شہر اہواز کی باری آئی اور وہاں کے عامل ابراہیم کو گرفتار کر کے شہر میں خوب لوٹ مار مچائی۔

اب خلیفہ نے سعید بن صالح ایک مشہور سپہ سالار کو زنگیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور سعید نے کچھ کامیابی حاصل کی مگر انجام کار زنگیوں کا پلہ بھاری رہا اور سعید بن صالح نامراد و ناکام واپس بغداد آ گیا۔

خلیفہ معتمد اس ناکامی پر بہت غضبناک ہوا اور ایک دوسرے سردار جعفر بن منصور خیاط کو جو بڑے بڑے معرکے سر کر چکا تھا اس مہم پر مامور کیا مگر اس سرداری کی بھی ایک نہ چلی اور یہ زنگیوں سے شکست کھا کر بحرین واپس چلا گیا اس دوران زنگیوں نے بصرے پر چڑھائی کر دی اور نصف شوال ۲۵۷ھ میں بصرہ کو بزور شمشیر فتح کرلیا اور وہاں کے باشندوں کو نہایت سفاکی اور بے دردی سے گاجر مولی کی طرح کاٹ چھانٹ کر علی بن ریان زنگیوں کا سردار واپس ہوا اور پھر کچھ عرصے کے بعد دوبارہ بغرض قتل و غارت گری بصرہ آیا۔

اہل بصرہ نے اس سے امان طلب کی چنانچہ اس نے سب کو امان دے کر ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا اور جب سب لوگ جمع ہوگئے تو سب کو ہلاک کر کے جامع مسجد اور بصرہ کے اکثر محلات میں آگ لگادی۔

بصرہ کی بربادی اور تباہی کی خبر سن کر خلیفہ معتمد نے پھر ایک سپہ سالار محمد معروف بہ مولد کو ایک لشکر جرار کے ساتھ بصرہ کی جانب روانہ کیا وہ بصرہ پہنچا تو لوگوں نے رو رو کر زنگیوں کے ظلم و تشدد کی شکایت کی۔ علی خارجی نے اپنے افسر یحیٰ کو مولد کے مقابلے میں بھیجا، دس دن تک جنگ جاری رہی مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ آخر کار زنگیوں نے مولد کے لشکر پر شبخون مارا پوری رات اور پھر صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہی اور مغرب کے وقت مولد کے لشکر نے شکست کھائی اور زنگیوں نے مولد کی لشکر گاہ کو خوب لوٹا اور کافی دور تک مولد کا تعاقب کیا۔

شہزادہ ابوالعباس (آئندہ کا خلیفہ معتمد باللہ) زنگیوں کے مقابلے پر:

اس کے بعد مسلسل نو برس تک دارالخلافہ سے زنگیوں کو زیر کرنے کے لئے لشکر آتے رہے جنگیں ہوتی رہیں مگر علی خارجی کی قوت نہیں ٹوٹ سکی۔ آخر کار خلیفہ نے تنگ آ کر ایک فیصلہ کن جنگ کا منصوبہ بنایا اور اپنے بھتیجے ابوالعباس کو زنگیوں کے مقابلہ پر ایک عظیم لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ ابوالعباس وہ شخص ہے جو آئندہ چل کر خلیفہ معتمد کے تخت خلافت کا وارث ہوا اور معتمد باللہ لقب اختیار کیا۔ ابوالعباس ۲۶۶ھ میں دس ہزار فوج کے ساتھ زنگیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔

علی خارجی نے بھی اس کے مقابلے کے لئے بے شمار فوج تیار کی ہوئی تھی۔ اس نے سن رکھا تھا کہ ابوالعباس ایک نوجوان شہزادہ ہے جسے میدان جنگ کا کوئی تجربہ نہیں ہے، اس کا خیال تھا کہ اول تو اور سرداروں کی طرح ابوالعباس بھی ہماری فوجی کثرت سے خائف ہو کر پسپا ہو جائے گا اور اگر مقابلہ پر ڈٹا بھی رہا تو دس پانچ دن کے بعد بھاگ کھڑا ہوگا۔

ابوالعباس کا جاسوسی نظام بہت اچھا تھا پل پل کی خبریں، غنیم کی حرکات لشکر کی تعداد سب خبریں اس کو صحیح اور بروقت مل رہی تھیں، چنانچہ سب سے پہلے ابوالعباس کی مڈبھیڑ علی خارج کے مقدمۃ الجیش سے ہوئی اس میں ابوالعباس کو فتح ہوئی، زنگی دریا کی طرف بھاگے ابوالعباس کی فوجی کشتیاں پہلے ہی راستہ روکے ہوئے کھڑی تھیں انہوں نے بھی زنگیوں کو اپنی تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا اور چھ کوس تک زنگیوں کا تعاقب کر کے قتل کرتے رہے کافی مال غنیمت ہاتھ آیا۔ یہ پہلی فتح تھی جو خلیفہ کی فوج کو بارہ تیرہ سال کی مسلسل شکستوں کے بعد نصیب ہوئی۔

شہزادہ ابوالعباس کی مزید فتوحات:

ایک ہفتہ کے بعد زنگیوں کا ایک سردار سلیمان بن جامع اپنے لشکر کو تین حصوں میں بانٹ کر خشکی اور دریا کے راستے سے ابوالعباس کے لشکر پر ٹوٹ پڑا، دوپہر تک شدت کی جنگ جاری رہی، ظہر کے قریب زنگی ہمت ہار بیٹھے اور نہایت افراتفری اور بے ترتیبی کے ساتھ جان بچا کر بھاگنے لگے، ہزاروں قتل ہوئے اور سینکڑوں اپنی کشتیوں سمیت گرفتار کر لئے گئے، ابوالعباس فتح کے شادیانے بجاتا ہوا اپنے لشکر گاہ میں واپس ہوا۔

زنگیوں کی مزید ناکامیاں:

اس شکست کے بعد زنگیوں نے خلیفہ کے لشکر کے راستوں میں بڑے بڑے کنویں اور گڑھے کھود کر انہیں گھاس پھونس سے پاٹ دیا، ابوالعباس کی فوج اپنی فتح کا جشن مناتی ہوئی اس راستے سے گزری تو اس کے کچھ سپاہی ان کنوؤں میں گرے، عباس نے فوراً راستہ تبدیل کر دیا اور اس طرح زنگی اپنی اس ایذا رسانی میں ناکام ہو گئے۔

علی خارجی کو جب اپنی ناکامی کا علم ہوا تو اس نے اپنے سپہ سالاروں کو حکم دیا سب نے اپنی فوجیں یکجا کرلیں اور متحد ہو کر پوری قوت سے ابوالعباس پر ضرب لگائیں ابوالعباس کے باپ

موفق کو معلوم ہوا کہ علی خارجی کی ساری فوجی قوت اس کی بیٹے ابوالعباس کے خلاف صف آراء ہو رہی ہے تو وہ خود بھی بہ نفس نفیس خلیفہ سے اجازت لے کر ۲۶۷ھ میں ایک بھاری فوج کے ساتھ اپنے بیٹے ابوالعباس سے آکر مل گیا۔

اب دونوں باپ بیٹوں نے دو طرف سے زنگی فوج پر حملہ کر دیا، گھمسان کی لڑائی ہوئی اور زنگیوں کو راہ فرار اختیار کرنا پڑی، زنگیوں کا سردار شعرانی اپنی بچی کچھی فوج لے کر جنگل میں جا چھپا۔ موفق اس فتح کے بعد اپنے کیمپ پر واپس آیا، تقریباً ڈیڑھ ہزار مسلم خواتین جن کو زنگیوں نے قید کر رکھا تھا، رہا کر دی گئیں۔

زنگیوں کے شہر منصورہ پر مسلمانوں کا قبضہ:

موفق کے جاسوسوں نے آکر اطلاع دی کہ علی بن خارجی کا سپہ سالار سلیمان بن جامع اس وقت منصورہ شہر میں اپنی افواج کے ساتھ زبردست تیاریوں میں مصروف ہے موفق نے فوراً لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور ابوالعباس کو دریا کی راہ سے بڑھنے کا اشارہ کیا اور خود خشکی کی راہ سے چل پڑا راستے میں زنگیوں کے ایک دستے سے مڈبھیڑ ہوگئی جس میں زنگیوں کو شکست ہوئی اور ان کا ایک بڑا سردار موفق سے امان طلب کر کے اس کے لشکر میں آگیا موفق نے منصورہ کے قریب پہنچ کر دو میل کے فاصلے پر مورچہ بندی کر لی اور دوسرے زنگیوں سے مقابلہ ہوا۔ شام تک لڑائی ہوتی رہی آخر کار دونوں لشکر اپنی قیام گاہ پر واپس آگئے۔

دوسرے دن معرکہ کارزار پھر گرم ہوا اور سخت لڑائی کے بعد جس میں ابوالعباس نے جنگی کشتیوں کے ذریعہ اور موفق نے خشکی کی راہ سے زنگیوں پر بھرپور حملہ کیا، جس کی وہ تاب نہ لا سکے اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور پورے منصورہ شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا، دس ہزار مسلمان عورتوں اور بچوں کو خارجیوں کی غلامی سے نجات دلائی گئی، خارجی سردار سلیمان بن جامع بھاگنے میں کامیاب ہوگیا مگر اس کے بیوی بچے گرفتار کر لئے گئے۔

زنگیوں کے دوسرے شہر مختارہ کا محاصرہ اور بہبود زنگی امیر البحر کی ہلاکت:

ابوالعباس اور موفق نے اب زنگیوں کے شہر مختارہ کے گرد ڈیرے ڈال دیئے اس شہر کی فصیلیں بہت مستحکم تھیں اس کے چاروں طرف گہری اور چوڑی خندقیں پورے شہر کی حفاظت کے لئے بنائی گئیں تھیں۔ موفق نے رات بھر جائے وقوع کا معائنہ کیا اور اس رات کی صبح خشکی کی راہ سے اور ابوالعباس نے جنگی کشتیوں کی مدد سے دریا کی طرف سے مختارہ پر حملہ کر دیا لیکن زنگیوں نے اس قدر تیز پتھروں کی بارش کی کہ مسلمانوں کا شہر کی فصیل تک پہنچنا مشکل ہوگیا۔

اب علی خارجی نے اپنے امیر البحر بہبود زنگی کو دریا کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کا حکم دیا ابوالعباس مقابلہ پر آیا نہایت خونریز جنگ کے بعد بہبود کو شکست ہوئی اور یہ ایک کشتی میں بیٹھ کر بھاگ رہا تھا کہ موفق کے ایک غلام نے اس کے پیٹ میں نیزہ مار کر اس کو ہلاک کر دیا، بہبود زنگی کے مارے جانے سے علی خارجی کی ہمت ٹوٹ گئی۔

پچاس ہزار زنگیوں کا حلف اطاعت:

۱۵/شعبان ۲۶۷ھ کو موفق نے بعد نماز فجر ابوالعباس کی فوج کے ساتھ ایک زبردست حملہ کیا اور زنگیوں کو مارتے کاٹتے شہر پناہ کے قریب پہنچ گیا، اس معرکے میں زنگیوں کی تعداد تین لاکھ تھی اور ان کے مقابلے میں مسلمان صرف پچاس ہزار تھے۔ باوجود اس قلت کے موفق نے اس خوبی سے شہر کو حصار میں لیا کہ زنگیوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا، اب موفق نے اعلان کرایا کہ جس کو اپنی جان عزیز ہو وہ آکر ہم سے امن کا طلبگار ہو ہم اس کو امن دے کر اس کی حفاظت کریں گے اور یہ رعایت فوجی اور شہر سردار اور سپاہی سب کے لئے ہے اور اس مضمون کے پرچے لکھ کر تیروں سے باندھ کر شہر کے اندر پھینکے، چنانچہ بہت سے سپاہی اور اس کے بعد سردار موفق کے پاس آکر امان طلب کرنے لگے، یہ دیکھ کر شہر کے عمائدین بھی آنے شروع ہوگئے اور موفق نے سب کا بڑا احترام کیا اور خلعت و انعامات سے نوازا، ان نوازشات کا نتیجہ یہ ہوا کہ روزانہ سینکڑوں لوگ فوجی اور شہری امان طلب کرنے آنے لگے اور رمضان کے آخر تک تقریباً پچاس ہزار زنگی فوجیوں نے عباسی جھنڈے کے سایہ میں حلف اطاعت اٹھایا۔

لشکر اسلام پر زنگیوں کا شب خون اور شکست:

یہ صورت حال دیکھ کر علی بن محمد خارجی نے اپنے سردار علی بن ابان کو حکم دیا کہ رات کی تاریکی میں دریا عبور کرو اور چار پانچ کوس کا چکر کاٹ کر علی الصبح جب موفق کا لشکر نماز فجر میں مشغول ہو حملہ کر دو میں بھی تم سے آکر مل جاؤں گا۔

جاسوس نے یہ خبر موفق تک پہنچا دی، موفق نے اسی وقت اپنے بیٹے ابوالعباس کو علی بن ابان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ ابوالعباس اس راستے میں چھپ کر بیٹھ گیا، جس راستے سے علی بن ابان کو موفق پر حملہ کرنا تھا اور جیسے ہی اس کا لشکر نمودار ہوا ابوالعباس نے زبردست حملہ کر دیا، اس غیر متوقع حملہ سے زنگی گھبرا گئے اور راہ فرار اختیار کی عباس کے لشکر نے خوب قتل عام کیا، بے شمار قیدی اور مال غنیمت ہاتھ آیا، علی خارجی کو ابھی تک اس شکست کی اطلاع نہیں ملی تھی اور وہ نکلنے کی تیاری کر رہا تھا کہ اتنے میں موفق زنگیوں کے کئے

باقی صفحہ 22 پر

صاحبزادہ عزیز الرحمٰن رحمانی

جناب سید مسلم صاحب مرحوم کا سفر آخرت

ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، ہر روز کسی نہ کسی کا جنازہ قبرستان کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

خوشیوں والے گھر میں اچانک ماتم برپا ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، شادیوں کے گونجتے ہوئے گھروں سے نوحہ خوانی کی جگہ دلگداز چیخیں سن رہے ہیں۔

موت کا قاصد ہر عام و خاص کو ان کے عزیزوں، رشتہ داروں، متعلقین اور اہل محلہ، اہل شہر کے جنازے اور لاشے دکھا کر پکار پکار کر اپنی آمد کی اطلاع دے رہا ہے۔

قبرستان چیخ چیخ کر ہر آنے والے سے کہہ رہا ہے: کل تم نے بھی یہاں آنا ہے۔

ہر انسان جانتے بوجھتے، عین الیقین اور حق الیقین ہونے کے باوجود غفلت کا لبادہ اوڑھے ہوئے دنیا کی خرمستیوں میں گم ہے، خود پر غفلت کی چادر ڈال کر موت کو بھلا بیٹھا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ میں ابھی موت سے بہت دور ہوں، اسی نوے سال ابھی اور میں نے جینا ہے۔

کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے ہر انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ موت میری طرف نہیں آسکتی، حالانکہ موت نے کوئی پوچھ کر تو نہیں آنا، نہ وہ کسی کی اجازت کی پابند ہے، نہ اس کے ہاں چھوٹے بڑے، کالے، گورے، مرد اور عورت کی تمیز ہے، اس نے وقت مقررہ پر آکر بلاامتیاز اپنے کندھوں پر سوار کر کے رب العالمین کے دربار میں پیش کر دینا ہے، جہاں ارحم الراحمین نے اس کے لئے جنت و دوزخ کا فیصلہ کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کامیابی و کامرانی اور سرخروئی کا مژدہ سنانا ہے یا ابدی ذلت و خواری کا حکم جاری فرمانا ہے۔

کاش! ہر انسان کو یہ سمجھ آجائے کہ اس دنیا میں ازل سے ابھی تک کوئی نہیں رہا تو میں بھی نہیں رہوں گا، میرے آباؤ اجداد، میرے عزیز و اقارب، میرے متعلقین، جان پہچان والے ہزاروں، لاکھوں افراد روزانہ لقمہ اجل بن رہے ہیں اور اپنی ہستی کو فنا کروا رہے ہیں، میں نے بھی ایک دن آج، کل یا آئندہ کل چلا جانا ہے۔

نہ جانے آج تک یہ جانے والے ہیں کہاں جاتے
کھلی ہیں جب سے آنکھیں دیکھتے ہیں کارواں جاتے

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو دنیا سے جانے کے بعد اپنا اچھا تذکرہ لوگوں کی زبان پر چھوڑ جائیں، جن کے لئے مرنے کے بعد لوگوں کی زبانوں پر ان کی اچھی صفات اور عادات کا تذکرہ ہو، ان کی دینداری کا چرچا ہو اور ان کے تقویٰ اور للہیت کی باتیں زبان زد عام و خاص ہوں۔

احادیث میں مذکور ہے کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے ارد گرد مجلس لگائے ہوئے تھے، مسجد کے سامنے سے کسی کا جنازہ گزرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب جنازہ کے بارے میں سوال کیا کہ کیسا آدمی تھا؟ سب نے جواباً کہا کہ بہت اچھا آدمی تھا، اچھی صفات کا حامل تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وجبت“ واجب ہوگئی۔

کچھ دیر بعد ایک اور جنازہ گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ استفسار فرمایا کہ یہ کیسا شخص تھا؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی دانست کے مطابق اس کی برائیاں گنوا کر اپنی رائے کا اظہار کیا کہ اچھا آدمی نہیں تھا۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تبصرہ سننے کے بعد فرمایا: ”وجبت“ واجب ہوگئی۔

کسی صحابیؓ نے ہمت کر کے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ نے دونوں کے متعلق پوچھنے کے بعد ایک ہی جملہ فرمایا: ”وجبت“ (واجب ہوگئی) کیا واجب ہوگئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس کی تم نے تعریف کی تھی، اس کے لئے جنت اور دوسرے کے لئے جہنم، اس لئے کہ تم لوگ زمین پر اللہ کے گواہ ہو، قیامت کے دن تم لوگوں کی گواہیوں پر فیصلے ہوں گے۔“

ہمارے محلے نوری ٹاؤن میں جامع مسجد کے ایک نمازی جناب مسلم صاحب مرحوم (اللہ ان کی مغفرت فرمائے) داعی اجل کو لبیک کہہ کر اس دنیا فانی سے دار بقا کی طرف عازم سفر ہوئے۔

مسلم صاحب صرف نام ہی کے مسلم نہیں تھے، حقیقتاً ایک سچے مسلمان تھے، مسلمانوں والی صفات کے حامل تھے، نیکیوں کے دلدادہ اور برائیوں سے دور رہنے والے انسان تھے۔ خالق کی عبادت میں مشغول رہنے والے دیندار انسان تھے، کبھی کسی بدعت میں مبتلا نہیں دیکھے گئے، کسی کی غیبت اور برائی کرتے ہوئے نہیں پائے گئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ: قیامت کے دن سات قسم کے اشخاص عرش کے سایہ تلے ہوں گے (یوم لاظل الاظل عرشہ) جس دن عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ان سات میں ایک شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہوگا۔

مسلم صاحب مرحوم اس کے صحیح مصداق تھے، بارش ہو، سردی ہو، گرمی ہو، اندھی ہو یا طوفان شہر کے حالات پرامن ہوں یا خراب، بارش میں بھیگتے ہوئے، سردی میں ٹھٹھرتے گرمی کی وجہ سے پسینے میں شرابور ہر نماز میں امام صاحب کے جماعت شروع کرنے سے قبل مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے ان کی مسجد سے اس قدر محبت دیکھ کر بعض اوقات لوگوں کو رشک آنے لگتا تھا، اور مجھے تو انہیں دیکھ کر ہمیشہ قرآن کریم کی آیت:

ترجمہ: ”اور اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا

ہے، اور جو شخص (اللہ کی طرف) رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دے دیتا ہے۔"

مسلم صاحب کو دیکھ کر یہ آیت یاد آ جایا کرتی تھی۔ بے ساختہ فقیر انہیں دیکھ کر یہ آیت پڑھا کرتا تھا، اس لئے کہ بظاہر ان کا علماً کے پاس اٹھنا بیٹھنا بہت کم تھا، کسی اہل اللہ سے ان کے تعلق کا علم بھی فقیر کو نہیں تھا، اس کے باوجود اس قدر نماز باجماعت کا اہتمام، گناہوں سے بچنے کا التزام، فضول اور لایعنی باتوں سے احتراز، یہ محض اللہ کا فضل تھا، اس پر آشوب فتنوں سے پر دور میں اس قدر للّٰہیت اور تقویٰ اللہ رب العزت کی طرف سے انہیں ودیعت ہوا تھا ان کے اندر اللہ کی طرف سے بدنظری سے آنکھوں کی حفاظت نہایت اعلیٰ صفت تھی، کبھی انہیں محلے میں کسی شخص نے سر اٹھا کر چلتے ہوئے نہیں دیکھا، ہمیشہ مسجد میں، مسجد سے باہر، بازار میں، گھر میں، راستہ چلتے ہوئے، گردن جھکا کر نظریں نیچی کئے ہوئے رکھتے تھے۔ کسی سے بات چیت کرتے ہوئے بھی کبھی اس سے آنکھیں ملا کر بات نہیں کرتے تھے، مسجد میں یا مسجد سے باہر کبھی کسی کی غیبت کرتے ہوئے نہیں پائے گئے۔ بارہا مختلف موضوعات پر میری ان سے گفتگو ہوئی، کبھی مسجد سے نکلتے ہوئے، یا سرراہ بعض دفعہ فقیر خانے پر بھی تشریف لائے لیکن بے مقصد گفتگو کبھی نہیں کی نہ اپنی باتوں میں کسی کا ذکر شر کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

ایک موقعہ پر جنگی قیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے، ان قیدیوں میں حاتم طائی کی صاحبزادی سفانہ بنت حاتم بھی تھیں، انہوں نے اپنے تعارف میں اپنے والد کی صفات بیان کیں۔ خاتم الانبیاً صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گفتگو سننے کے بعد فرمایا: یہ تو خاص مسلمانوں کی صفات ہیں، اگر تمہارے والد زندہ ہوتے تو ہم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے، پھر ان کی سفارش پر ان کے قبیلے کو بھی آزاد فرما دیا۔

مسلم صاحب مرحوم میں بھی جو صفات تھیں وہ اعلیٰ درجے کی تھیں، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے لئے قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنائے۔ اور ان کے لواحقین اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

علی بن محمد خارجی

ہوئے سروں کو گوپھن کے ذریعے شہر میں پھینکنے لگا یہ دیکھ کر تو شہر کے لوگوں میں ایک قیامت سی مچ گئی اور علی خارجی بھی کٹے ہوئے سروں کی بارش کو دیکھ کر رونے لگا۔

علی خارجی کا موفق کو چیلنج:

علی خارجی اور ابوالعباس کی فوجوں میں کئی مرتبہ بڑی لڑائی بھی ہوئی مگر ابوالعباس نے ہر مرتبہ زنگیوں کو شکست دی۔ ادھر موفق نے شہر کا محاصرہ اور تنگ کر دیا، یہاں تک کہ شہر ختم ہونے کے قریب آ گیا اور زنگیوں کے بڑے بڑے سردار اور نامی گرامی سورما فاقہ کشی اور محاصرے کی شدت سے تنگ آ کر شہر سے نکلے اور موفق سے امان کی درخواست کی، موفق نے نہ صرف انہیں امان دی بلکہ انعام واکرام سے نواز کر اپنے خاص مصاحبین میں شامل کر لیا۔ علی خارجی نے بھی محاصرے کی سختیوں سے تنگ آ کر اپنے دو افسروں کو حکم دیا کہ موفق کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ محاصرے کو طول دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا آؤ ہم تم کھلے میدان میں نکل کر اپنی قسمت کا فیصلہ کر لیں۔

محصورین کی فاقہ کشی:

موفق نے اس درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا، مگر اس نے سمجھ لیا کہ اگر محاصرہ کچھ دن اور جاری رکھا جائے اور رسد کے راستوں کی کڑی نگرانی رکھی جائے تو فاقہ کشی سے زنگیوں کا لشکر خود ہی تہس نہس ہو جائے گا۔

محرم ۲۶۸ھ میں زنگیوں کے ایک بہت بڑے اور نامور سپہ سالار جعفر بن ابراہیم المعروف بہ سجان نے موفق کی خدمت میں حاضر ہو کر سر تسلیم خم کیا۔ موفق نے اسے امان دے کر خلعت فاخرہ سے نوازا، دوسرے دن سجان کو ایک جنگی کشتی پر سوار کرا کر علی خارجی کے محل کی طرف روانہ کیا۔

سجان نے محل کے پاس جا کر ایک بڑی دلچسپ اور معنی خیز تقریر کی جس میں علی خارجی کے عیوب اور خلیفہ کے محاسن بیان کئے۔ علی خارجی اور اس کے افسران اس صورت حال سے بہت رنجیدہ اور مایوس ہوئے، سجان کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ زنگیوں کی فوج سے سپاہی اور افسران جوق در جوق موفق کے ساتھ آ کر وابستہ ہونے لگے یہاں تک کہ علی خارجی کا سیکریٹری محمد بن شمعان بھی موفق سے آ کر مل گیا۔

علی خارجی اس محاصرے سے اور اپنے فوجیوں کی بے وفائی سے خاصا پریشان تھا رسد کی آمد بالکل بند ہو چکی تھی۔ شہر کے تمام غلے کے ذخائر ختم ہو چکے تھے یہاں تک کہ محصورین نے گھوڑوں اور گدھوں کو ذبح کر کے کھایا۔

شہر پر مسلمانوں کا قبضہ اور علی خارجی کا قتل

موفق نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھایا اور شہر پر اپنی پوری فوج سے ایک فیصلہ کن حملہ کیا اور شہر کے سب سے بڑے بازار پر آتش گیر مادہ پھینک کر جلا دیا، جس سے پورے شہر کے اندر بھگدڑ مچ گئی۔

آخر کار ۲۷/محرم ۲۷۰ھ کو موفق نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ بڑے بڑے سردار گرفتار کر لئے گئے، مگر علی خارجی چند افسران کو لے کر شہر سفیانی کی طرف بھاگ گیا، اسلامی فوج تعاقب کرتی ہوئی اس کے سر پر پہنچ گئی اور معمولی سی جھڑپ کے بعد علی خارجی کو قتل کر کے اس کا سر نیزے پر چڑھایا، موفق نے سجدہ شکر ادا کیا اور پورے بلاد اسلامیہ میں زنگی غلاموں کی واپسی اور امن دینے کا گشتی فرمان جاری کر دیا اور اس طرح زنگیوں کا یہ خانہ ساز نبی چودہ برس چار مہینے برسرپیکار رہ کر یکم صفر ۲۷۰ھ کو اپنے انجام کو پہنچا۔

تحریر: ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ

توہینِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے؟

توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہو جائے تو سزا موت ہے، تاہم اسے ثابت کرنا ایک کام ہے جو عدالت کو کرنے دینا چاہیے، کسی کو کسی صورت میں عدالتی عمل پر اثر انداز ہونے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، خواہ وہ ملک کی کتنی بڑی موثر شخصیت کیوں نہ ہو، جہاں تک یہ معاملہ ہے کہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تعریف آئین میں نہیں کی گئی ہے تو اس ضمن میں یہ کہوں گا کہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہی نہیں کی جاسکتی۔ یہ نامعقول بات ہے۔ آپ جو کوئی ہیں، سامنے ہیں، یہ حقیقت ہے، اس کی اس سے جامع تعریف نہیں ہوسکی۔ اگر کسی کو اس کی تعریف کرنا ہے تو وہ معاملہ کو الجھانے کے مترادف ہے۔

ہماری عدلیہ کی تاریخ میں جسٹس منیر (ر) وہ شخص تھا جس نے قادیانی کیس کو سب سے زیادہ الجھانے کی کوشش کی۔ وہ ہر عالم دین سے جو عدالت میں گواہی کے لئے یا بیان ریکارڈ کروانے کے لئے آتا، پوچھتا، مسلمان کی تعریف بتاؤ، اب مسلمان کی تعریف کیسے ہو سکتی ہے، سوائے کلمہ طیبہ پر ایمان لانے کے، اس سے بڑی واہیات بات کیا ہوگی۔ اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہوسکتا۔ یہ جسٹس منیر کی کوشش تھی کہ ۱۹۷۴ء تک مقدمہ سدھر ہی نہ سکا۔ اب جو لوگ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرنے کی بات کرتے ہیں، وہ بھی ویسی ہی حرکت کر رہے ہیں اور اس مقدمہ کو خواہ مخواہ الجھانا چاہتے ہیں۔ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تو بس توہین ہے، کوئی بھی اتنا احمق نہیں ہے کہ اسے یہ نہ علم ہو کہ یہ الفاظ آقائے سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہیں یا نہیں۔ مجھے اس قانون میں کوئی قید نظر نہیں آتی۔ ذہنوں کو الجھانے کی کوشش ہے جو مخصوص طبقہ کی طرف سے چلائی جارہی ہیں، اگر حکومت سمجھتی ہے کہ اس میں کوئی قید ہے تو وہ اس معاملہ کو پہلے علمائے دین کے سامنے رکھے اور انہیں اس پر غور کی دعوت دے۔ ''ان لوگوں'' کو اس کے بارے میں کیا پتہ مگر چونکہ ملک میں جمہوریت ہے اور ملکی قانون بننے کے لئے ضروری ہے کہ اسے پارلیمنٹ کی منظوری حاصل ہو تو بے شک اسے پارلیمنٹ میں لے جائیں۔ مگر پہلے اسے علمائے کرام سے رائے لے لینی چاہیے۔

امریکہ اور اس کے حواری مغربی ممالک پیٹ میں اس کیس کے حوالہ سے جو مروڑ اٹھ رہے ہیں وہ بے معنی ہیں، ان کا اپنا ریکارڈ، انسانی حقوق کے حوالے سے صاف نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے حالیہ اقدام میں ڈیوڈ کے ساتھ کیا کیا ہے۔ اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ اس کے اندر عیسیٰ کی روح حلول کر گئی ہے۔ امریکی حکومت نے اسے کسی بھی عدالت میں کسی بھی فورم میں صفائی کا موقع دیئے بغیر اس کے خلاف فوجی آپریشن کیا اور اس کے ''معبد'' کو آگ لگا دی۔ اس آگ میں اس کے ۳۰۰ سے زائد افراد جل بسے۔ ان ۳۰۰ افراد میں اسکے باورچی، چوکیدار، مالی اور معصوم بچے بھی شامل تھے جو اس کے نظریات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ مگر انسانی حقوق کے اس چیمپئن نے اتنا بڑا ایکشن کیا اور اس پر کسی کو ایک حرف کہنے کی جسارت نہ ہوئی۔ ایسی صورت میں تو وہ ہم سے بھی زیادہ (Fundamentalist) بنیاد پرست ہوئے۔

مسلم بنیاد پرست نہیں ہوتا، وہ صرف مسلمان ہوتا ہے۔ یہ دراصل انہی کا نظریہ ہے جو انہوں نے ہم پر تھوپ دیا ہے۔ یہ ۱۹۲۰ء کی تحریک تھی جو عیسائیت کے بنیادی نظریات کی حفاظت کے لئے شروع کی گئی۔ ان کا ایک فرقہ تھا جو اس کے پیچھے تھا، انہیں خطرہ تھا کہ عیسائیت اور جدید علوم ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے، اس لئے انہوں نے مذہب کو بچانے کے لئے تحریک چلائی۔ ہمارے ملک میں رول آف لاء کی یہ حد ہے کہ ان ملزموں کو باقاعدہ عدالت میں لایا گیا، انہیں صفائی کا موقع دیا گیا، ڈیوڈ کی طرح صفائی کا موقع دیئے بغیر زندہ نہیں جلایا گیا۔ ہمارے ہاں چونکہ قانون موجود تھا اور یہ قانون ہی دراصل ان کی حفاظت کا ضامن ہے۔ ہمارے ہاں تو ان کو بیرون ملک تو اپنی جگہ، اندرون ملک وظائف دیئے جاتے ہیں۔ متروکہ وقف املاک بورڈ ان کو وظائف مہیا کرتا ہے۔ اسلامی مملکت کی حد میں عیسائی اقلیت یا کوئی دوسری اقلیت اس قسم کی حرکت نہیں کرتی تھی۔ یہ باتیں موجودہ دور کی پیداوار ہیں۔ یہ لوگ آپے سے باہر ہو رہے ہیں۔ انہیں باز رکھنا چاہیے کہ اگر توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا قانون ختم ہوا تو پھر یہ عدالت میں نہیں قبرستان میں جایا کریں گے۔

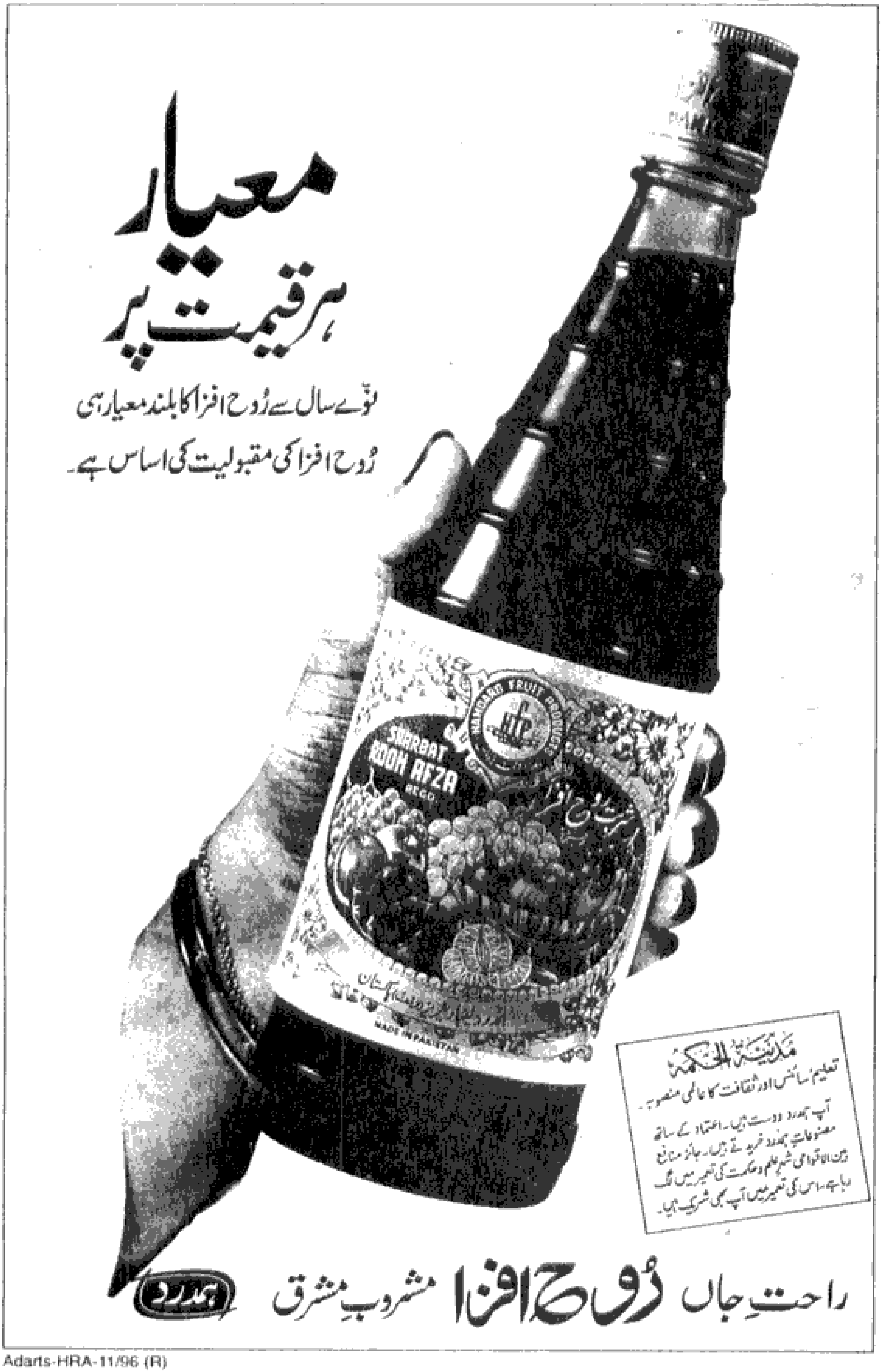
معیار
ہر قیمت پر
نوّے سال سے رُوح افزا کا بلند معیار ہی
رُوح افزا کی مقبولیت کی اساس ہے۔
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
HAMDARD FRUIT PRODUCTS
MADE IN PAKISTAN
مدینۃ الحکمۃ
تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ
مصنوعات ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع
بین الاقوامی شہر علم و حکمت کی تعمیر میں لگ
رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔
ہمدرد
مشروبِ مشرق
رُوح افزا
راحتِ جاں
Adarts-HRA-11/96 (R)

اخبارِ ختمِ نبوت

حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم کے گھر پولیس چھاپے کی عدالتی تحقیقات کرائی جائے، مولانا عبدالحکیم

چیچہ وطنی (رپورٹ: حافظ محمد یٰسین ناظر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم کے گھر پر پولیس کا چھاپہ اور علماً کی گرفتاری کے خلاف دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چیچہ وطنی میں ایک ہنگامی اجلاس ہوا جس کی صدارت سیکریٹری جنرل جناب مولانا قاری زاہد اقبال صاحب نے کی۔ اجلاس میں حاجی محمد ایوب، مولانا غلام مرتضیٰ، حافظ حبیب اللہ چیمہ، قاری محمد طارق، حافظ مقصود احمد، حافظ محمد یٰسین ناظر، مولانا کفایت اللہ، محمد عمر فاروق اور دیگر کثیر تعداد میں ساتھیوں نے شرکت کی۔

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالحکیم نعمانی صاحب نے کہا کہ حکومت کے خلاف اے آر ڈی کے جلسہ کی ناکامی کے بعد ملک میں ایک نیا فساد شروع کرنے کے لئے نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے گھر پر پولیس سے چھاپہ مروایا گیا۔ انہوں نے اس واقعہ کی شدید مذمت کی۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کی انتظامیہ میں کسی کلیدی عہدہ پر قادیانی تعینات ہے۔ جس نے اس وقت ملک کے حالات کے پیش نظر جلتی پر تیل ڈالنے کی کوشش کی ہے، انہوں نے کہا کہ اگر حکومت اس واقعہ میں ملوث نہیں ہے تو فوری طور پر کسی جج سے تحقیقات کروا کر اپنی پوزیشن واضح کرے اس سے پہلے کہ ملک کے اندر ختم نبوت کے حوالہ سے اشتعال پیدا ہو اور لوگ سڑکوں پر آجائیں انہوں نے مزید کہا کہ اندرونی و بیرونی مشکلات پہلے ہی سے موجود ہیں، کہیں ان میں مزید اضافہ نہ ہو جائے۔ مولانا عبدالحکیم نعمانی نے کہا کہ پاکستان عالم اسلام کی پہلی ایٹمی قوت ہے بھارت، اسرائیل اور قادیانی بھی ہماری اس طاقت کے خلاف ہیں۔

فاروق آباد گورنمنٹ ہائی اسکول ٹیچر کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی

برکت علی نے طلباً سے فرقہ وارانہ گفتگو بھی کی، ہیڈ ماسٹر اور ٹیچروں کی تصدیق پر نوکری سے فارغ

فاروق آباد (نمائندہ خصوصی) مقامی ہائر سیکنڈری اسکول کے ٹیچر برکت علی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور نازیبا کلمات کہے۔ اس کے علاوہ بچوں سے بھی دوران تدریس فرقہ وارانہ گفتگو کی۔ مذکورہ ٹیچر نے اساتذہ سے بھی قابل اعتراض مذہبی باتیں کیں۔ ان تمام باتوں کی تصدیق اسکول کے پرنسپل ملک محمد شریف اور ۱۳۳ اساتذہ نے کی۔ جس پر شہریوں نے ٹیچر پر شدید تنقید کی اور اس کے خلاف اسکول جاکر اپنا احتجاج ریکارڈ کروایا۔ محکمہ تعلیم کے اعلیٰ حکام کو واقعہ کی اطلاع دی گئی۔ جس پر برکت علی کو فوری طور پر ملازمت سے فارغ کر دیا گیا۔ انجمن تحفظ حقوق اساتذہ کے صدر سید اظہار حسین شاہ، جواں عزم کے صدر کاشف منصور بھٹی، انجمن شہریاں کے صدر محمد صدیق خان، مرکزی میلاد کمیٹی کے عہدیدار ملک محمد امین اور ’’عزم جواں‘‘ کے صدر محمد عمران خان نے شاتم رسول کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے پر سخت سزا دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ شہریوں کے ایک وفد نے تھانہ سٹی جاکر شاتم رسول کے خلاف درخواست بھی دی۔

پنوعاقل میں پندرہ روزہ ’’ختم نبوت کانفرنسیں‘‘

پنوعاقل (نمائندہ خصوصی) الحمدللہ! کافی وقت سے پندرہ روزہ ختم نبوت کانفرنس کے عنوان سے مختلف مساجد اور محلوں میں یہ پروگرام ہوا کرتے ہیں جو تحصیل پنوعاقل کے امیر حضرت مولانا قاری عبدالتواب الحسینی مدظلہ کی زیر صدارت انجام دیئے جاتے ہیں، جن میں لوگوں کو قادیانی عقائد سے اور ان کی شیطانی چالوں سے آگاہ کیا جاتا ہے اور لوگوں کو عقیدۂ ختم نبوت کے لئے جان، اولاد اور مال کی قربانی کے لئے تیار کیا جاتا ہے، خصوصاً پنوعاقل چھاؤنی کے قادیانیوں کی سرگرمیوں سے آگاہ کیا جاتا ہے، ان کے علاوہ اور مضامین پر خطاب کئے جاتے ہیں، جیسا کہ توحید ربانی، سیرت مصطفیٰ، ان کانفرنسوں میں شہر کے کثیر علماً کرام شرکت فرماتے ہیں جن میں خصوصاً حضرت مولانا عبدالرحیم خطیب جامع مسجد پنوعاقل حضرت مولانا عبدالحمید، حضرت مولانا محمد حسن جتوئی، حضرت مولانا رحیم بخش، حضرت قاری انور حسین الحسینی اور مجاہد غلام شیر شیخ صاحب کے علاوہ بھی علماً کرام نے شرکت کی۔ ختم نبوت کانفرنس جامعہ حسینیہ نورالقرآن حسینی محلہ مین روڈ پنوعاقل میں منعقد کی جس میں سندھ اور پنجاب کی عظیم ہستیاں اور نامور خطباً نے شرکت فرمائی۔ حضرت مولانا پیر عبدالصمد سجادہ نشین درگاہ ہالیجوی شریف، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، حضرت مولانا عبدالحمید لنڈ، حضرت مولانا اللہ وسایا، حضرت مولانا احمد میاں حمادی، حضرت مولانا میر محمد میرک، حضرت مولانا عطا اللہ جتوئی، حضرت مولانا محمد مراد صاحب سکھر، حضرت مولانا قاری خلیل احمد سکھر، حضرت مولانا خادم حسین شر صاحب، حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی کراچی، حضرت مولانا بشیر احمد ملتان، حضرت مولانا محمد حسین ناصر، حضرت مولانا خان محمد گمبٹ، حضرت مولانا قاری انور ساجد، سوات اور صوبہ سرحد کے علاوہ اور بھی کئی دیگر علماً کرام نے شرکت فرمائی۔ کانفرنس کا انتظام و انصرام جامعہ حسینیہ نورالقرآن کے طالب علموں نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔

یاد رہے یہ کانفرنس حضرت مولانا نذیر حسین ؒ بانی رکن شوریٰ مرکزی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضرت مولانا جمال اللہ الحسینی، مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور حضرت مولانا پیر فاروق احمد ؒ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پنوعاقل کی یاد میں منعقد کی گئیں۔

”باز آؤ“

عبد الحلیم احقر اچھڑیاں مانسہرہ

ابھارو مت خدارا قوم کے جذبات باز آؤ
نہیں یہ چل پڑے تم جس پہ راہِ راست باز آؤ

یہ ناموسِ رسالت (ﷺ) دین کی بنیاد ہے سن لو
بزرگ تر تو ہے بعد از خدا وہ ذات باز آؤ

تمہاری عافیت بھی ہے محمدؐ کی غلامی میں
جھکو اس در پہ کھا جاؤ گے ورنہ مات باز آؤ

فلاح کی جستجو کرتے ہو کیوں تہذیب مغرب میں
ہے تہذیب فرنگی تو اندھیری رات باز آؤ

سنبھل جاؤ کہ اب بھی وقت ہے دیکھو سنبھلنے کا
نہیں تو ملتے رہ جاؤ گے تم بھی ہاتھ باز آؤ

بہت پہلے گئے تم سے جنہیں یہ زعم باطل تھا
کہیں بنتا بدونِ اذن کوئی بات باز آؤ

تمہارے پیش رو بھی تھے بڑے مینڈیٹ کے حامل
بھلا پوچھا کسی نے جب لگی ہے لات باز آؤ

بچا پائیں گے نہ ہرگز یہ اپنے مغربی آقا
غضب سے اس کے جو کہ ہے قوی تر ذات باز آؤ

تم اپنا بھی کوئی پرسان حال ہرگز نہ پاؤ گے
سنی نہ تم نے گر احقر میاں کی بات باز آؤ

پنجاب میں قادیانی ریاست کا قیام دیوانے کی بڑ کے مترادف ہے
(مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی)

سیالکوٹ اور نارووال میں مولانا فقیر اللہ اختر سمیت مبلغین ختم نبوت کا خطاب

چونڈہ (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی نے کہا کہ قادیانیوں کی تبلیغی سرگرمیاں اشتعال انگیزی کا باعث ہیں۔ انتظامیہ ان کی ارتدادی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے۔ وہ یہاں جامع مسجد شاہ فیصل شہیدؒ میں ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ جس کی صدارت قاری محمد انور الحق نے کی۔ مولانا شجاع آبادی نے کہا کہ سیالکوٹ اور نارووال کے اضلاع سے متعلق قادیانی جماعت کے سربراہ کا اعلان اپنے مریدوں کو پکا کرنے اور چندہ برقرار رکھنے کے لئے ہے۔ پاکستان قادیانی ریاست کا اعلان مجذوبانہ بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

مولانا فقیر اللہ اختر انچارج شعبہ تبلیغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ ڈویژن نے کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قادیانیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہے۔ آج کا پروگرام اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سینئر مبلغین کا ایک قافلہ سیالکوٹ اور نارووال کے اضلاع کا دورہ کر رہا ہے۔ مبلغین ختم نبوت نے بدو ملہی، قلعہ کاروالا، کوٹلی جھنڈراں، ڈیریانوالہ، نارووال، شکر گڑھ، سنکھترہ، ظفروال میں مختلف اجتماعات سے خطاب کر چکے ہیں۔ نیز چونڈہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں کا اجلاس الحاج میاں عبدالغنی کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں قادیانیت کا تعاقب جاری رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔

نعت

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

محمدؐ کا غم جس کے سینے میں ہے
کہیں بھی رہے وہ مدینے میں ہے

گلابوں میں بھی ایسی خوشبو کہاں
حضورؐ! آپ کے جو پسینے میں ہے

تمہاری اطاعت کی دولت حضورؐ
مسلماں کے دل کے خزینے میں ہے

خیال آپؐ کا جزوِ ایمان ہے
مزا بادۂ عشق پینے میں ہے

قمر جس کو عشقِ محمدؐ نہیں
وہ مرنے میں ہے اور نہ جینے میں ہے

قمرؔ ہاشمی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں یک روزہ سالانہ

ختم نبوت کانفرنس

یکم صفر ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۶/اپریل ۲۰۰۱ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء

بمقام جامع مسجد ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان

زیر سرپرستی

شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

زیر صدارت

پیر طریقت حضرت مولانا سید نفیس الحسینی مدظلہ

مہمانان گرامی

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب
حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب
حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی صاحب
حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بھکر
حضرت صاحبزادہ طارق محمود صاحب
حضرت مولانا عبدالبر محمد قاسم صاحب
حضرت مولانا بشیر احمد صاحب
حضرت مولانا عبدالکریم ندیم صاحب
حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب

حضرت مولانا عبدالستار تونسوی صاحب
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب
حضرت مفتی نظام الدین شامزی صاحب
حضرت قاری محمد حنیف جالندھری صاحب
حضرت مولانا عبدالغفور حقانی صاحب
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب
حضرت مولانا خدا بخش شجاع آبادی
حضرت مولانا محمد اشرف صاحب مانکوٹ
حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب
حضرت مولانا احمد بخش صاحب

اہل اسلام سے جوق در جوق شرکت کی استدعا ہے

الداعی الی الخیر: (حضرت مولانا) عزیز الرحمٰن جالندھری، مرکزی ناظم اعلیٰ

فون: 514122